امر بالمعروف
و
نہی عن المنکر

سید عبدالحسین دستغیب رح

وزارت حسین ٹرسٹ

امر بمعروف و نہی از منکر

تالیف

شہید محراب حضرت آیت ا...
سید عبد الحسین دستغیبؒ

مترجم

مولانا سید نادر عبّاس صاحب

ناشر
وزارت حسین ٹرسٹ
17/C رضویہ سوسائٹی ناظم آباد - کراچی 74600
فون : 627415

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... امر بمعروف و نہی از منکر

تالیف ....شہید محراب آیت ا.....د ستغیب

مترجم...................... مولانا سید نادر عباس صاحب

تعداد .... ایک ہزار

اشاعت .... بار اول

تاریخ اشاعت .... مئی ۱۹۹۵ء بمطابق ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

کمپوزنگ .... میٹ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر

ناشر..................... وزارت حسین ٹرسٹ

ھدیہ .... =/ روپے

ملنے کا پتہ

خراسان بک سینٹر

۱۲ سنیعہ آرکیڈ بریٹو روڈ کراچی

فون ۷۲۱۴۷۱۷ - ۷۲۲۱۷۱۸

عرض ناشر

اور جو نیک عمل اپنی ذات کے لئے (اپنی زندگی میں) آگے بھیجو گے اس کو (قیامت کے دن) خدا کے ہاں بہتر اور صلہ میں بزرگ تر پاؤ گے۔
القرآن

ل علم و اہل ذوق کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لئے وزارت حسین ٹرسٹ آیت ا۔ د ستغیب کی کتاب امر بمعروف و نہی از منکر پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔
امر بمعروف و نہی از منکر وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس دور میں کہ جب ہمارے نوجوان اسلام کی راہوں کو ترک کر کے مغرب کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ قرآن و احادیث اور ارشادات معصومین علیہم السلام کی روشنی میں احسن طریقہ سے وعظ و نصیحت کی گئی ہے کہ وہ قاری کے قلب کو متاثر کرتی اور اس کے نفس کو جھنجوڑتی ہوئی روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔

قوم کے ہر نوجوان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ دین کی صحیح روح کو سمجھ کر اپنا شرعی وظیفہ یعنی امر بمعروف و نہی از منکر کو ادا کر سکے۔

ادارہ جناب مولانا سید نادر عباس صاحب کا مشکور و ممنون ہے کہ انہوں

نے اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر کتاب کا ترجمہ کیا۔
میں اپنی اس سعی کو ہادی برحق حضرت حجتہ بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خدمت اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کے وسیلہ شفاعت سے قبول بارگاہ الہی ہو۔ اور اس حقیر اور والدین کے واسطے اور تمام افراد خاندان کے لئے موجب باقیات الصالحات خیر' عند ربک ثوابا خیر عملا کا مصداق قرار پائے۔

ادارہ

فہرست

عنوان **صفحہ**

عنوان	صفحہ
مقدمہ بقلم استاد سید محمد ہاشم دستغیب	۱۵
تبلیغ پہلا قدم ہے دین کی آشنائی کے لئے	۱۷
مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں	۱۷
مسلمانوں کے نزدیک دین تمام چیزوں سے عزیز تر ہے	۱۸
حسینؑ حریت پسند کے سالار ہیں	۱۹
معروف اور منکر کے مراتب کی اہمیت	۱۹
تحمل کرنا نہی کے ضرر کو منکرات عظیم سے	۲۰
بے حجابی علی الاعلان گناہ کی اساس ہے	۲۰
بے حجابی کو روکنے کے لئے شدید ضرر تحمل کرنا پڑے گا	۲۱
تمام برائیوں کی جڑ طاغوتی حکومت ہے	۲۲
انسان جان کو عزیز ترین سمجھتا ہے	۲۳
طاغوتی حکومت کی شکست محال کام نہیں ہے	۲۴
نادر شاہ اور بہادر بوڑھے کی گفتگو	۲۴
امام خمینی جیسا رہبر لازمی ہے	۲۵
نہی از منکرات کے مقدمات میں کوتاہی ہوتی ہے	۲۶
بہت سے منکرات کی خود بخود نہی ہو جاتی ہے	۲۶
وہ معروف کہ جو آسانی سے جاری ہوتا ہے	۲۷

حقیقی اور مطلوب اسلام تک پہنچنے کے لئے رہبر کی تقویت کریں ۲۷
وہ کہ جو دین کا درد رکھتے ہیں ۲۸
شخصیت نہیں بلکہ کام چاہئے ۲۹
وہ معروف اور منکر جو ہر مرد پر لازم ہے کہ اس کا حکم کرے ۳۰
علماء کی ذمہ داری سنگین تر ہے ۳۱
بعض موارد قانون نافذ نہیں ہوتا ۳۱
نماز پڑھنا اور جھوٹ نہ بولنا ۳۲
لوگوں کی حمایت ضروری ہے احکام اسلامی کے اجراء کے لئے ۳۳
منافقین برائی کا حکم کرتے ہیں ۳۳
برائیوں میں ملوث افراد سے منفی مبارزہ ۳۴
صیہونزم اور صدام سے منکر تر کوئی نہیں ۳۵
مجاہدین نہی از منکر کرتے ہیں ۳۵
حق پر لڑنے والوں کے ساتھ رہ کر خدمت کرنا بھی امر بالمعروف ہے ۳۶
آیت اللہ دستغیب کا وجود ہمارے لئے امر بالمعروف تھا ۳۶
امر بالمعروف و نہی از منکر کے مطالب کا خلاصہ ۳۷

فصل اول

جو امر بالمعروف و نہی از منکر سے واقف ہے تو
اس کی ذمہ داری سخت تر ہے ۴۱

دین کا درد اور عجیب محاسبہ ۴۲
امر بالمعروف و نہی از منکر ۴۵
کربلا بہشت کا ٹکڑا ہے ۴۸
غیرت اور عملی نہی از منکر ۵۰
قیام برائے امر بالمعروف و نہی از منکر ۵۱
عاشورہ کے دن امام حسینؑ کا امر بالمعروف کرنا ۵۱
نیکی کو نیکی سے تلافی کرو ۵۲
مومن کبھی بدی اور کافر کبھی نیکی نہیں کرتا ۵۲
خدا کی وحدانیت کی تمرین ہمارے گفتار اور کردار سے ہو ۵۴
خدا کی راہ میں سرزنش کرنے والوں سے نہ ڈرو ۵۵
مردہ متحرک ۵۶
گفتار و کردار سے توحید کی مراقبت کریں ۵۷
ذات الٰہی میں تفکر کرنے کی نہی ہوتی ہے ۵۹
آیا کسی چیز کا انکار اس کے نہ ہونے کی دلیل ہے؟ ۶۰
واجبات اور محرمات بجالاتے وقت خدا کو یاد رکھو ۶۰
بہترین اور سخت ترین کام ۶۲
پانچ چیزوں کو لازمی طور پر ترک کرو ۶۲
ام کا حکم کرنا اور واجب سے روکنا اثر نہیں رکھتا ۶۳
ہ سے بچنا بہت ہی ضروری ہے ۶۴

امر بالمعروف و نہی از منکر انبیاءؑ و صالحین کی راہ ہے	۶۷
نصیحت عجیب اور کاملا" صحیح	۶۹
محشر میں بھی سب اپنے نامہ اعمال کو بسم اللہ کہہ کر پڑھیں گے	۷۰
زیارت امام حسینؑ شب جمعہ پڑھنا	۷۱
بہشت کی نعمتوں سے بھی بالا ترین روحانی نعمتیں	۷۲
فضائل علیؑ باعث کفارہ گناہان ہے	۷۳
شب قدر اور گناہگاروں کے توبہ مانگنے کا منظر	۷۴
جب گھر میں قدم رکھو تو قبر کو یاد کرو	۷۴
موت کو یاد کرنا سخت دل کا علاج ہے	۷۵
ابن بطوطہ کے سفرنامہ کا ایک واقعہ	۷۶
اپنی روح کو پاک و صاف رکھو	۷۷
دنیا تم کو یاد خدا سے غافل نہ کردے	۷۸
ایک گھنٹہ کا ایمان بھی برائی سے دور رکھتا ہے	۷۹
امر بالمعروف و نہی از منکر خودنمائی کے لئے نہ ہو	۸۱
نجاشی کے دربار میں مہاجرین کی حکمت عملی	۳
مظاہر تمدن بعنوان وحشی گری	۵
کون سے کھیل حرمت رکھتے ہیں	۷
اخلاص عمل کا درس علیؑ سے سیکھو	۹
ہر خوشی کے موقع پر خدا کو یاد کرو	۹۰

حیات رحمانی کا سرچشمہ غرض عقلائی ہے ۹۰
مجسمہ مقدمہ ہے بت پرستی کا ۹۳
اکثر لوگوں نے ہمیشہ راہ بد کو اختیار کیا ہے ۹۴
حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر مختصر سی نظر ۹۵
کیوں تم محمدؐ پر ایمان نہ لائے ۹۷
مسجد ضرار اور ابوعامر راہب ۹۷
ابوعامر کا پروپیگنڈہ اور تنہائی کی موت ۹۸
کلیسا کی خرابی کا باعث کمیونسٹ کی پیشرفت ہے ۹۹
ہمارے زمانے میں خمینی روح اللہ ہیں ۱۰۰
آپ جبکہ یقین کی منزل پر ہو تو بچے رہو ۱۰۱
امر بالمعروف و نہی از منکر عملی نہیں ہوتا؟ ۱۰۲
امر بالمعروف برائے انتفاع خلق ہے ۱۰۳
مودت اہل بیتؑ خلق کیلئے عظیم نعمت ہے ۱۰۵
خمس ادا کرنے سے رسولؐ کا قرب حاصل ہوتا ہے ۱۰۵
راستہ بطرف خدا ۱۰۶
فضیلت سادات کے بارے میں ایک داستان ۱۰۶
نہی از منکر سے منافات نہیں رکھتا ۱۰۸
لازم ہے کہ نہی از منکر کے مراتب کی رعایت کی جائے ۱۰۹
نہی از منکر مقدم ہے یا مودت و محبت ۱۱۰

اگر نہی کرنا اثر کرتی ہو تو نہی از منکر مقدم ہے ۱۱۰

نرمی کے ساتھ بہتر طریقہ سے راہ راست پر آتے ہیں ۱۱۱

تو خود اپنے لئے حجاب ہے تو خود ہی اس کو دور کر ۱۱۲

روحانی ہو جاؤ تا کہ عالم بن جاؤ ۱۱۳

درس و تدریس کی کرسی پر دوسروں کو دعوت کی ۱۱۴

امر بالمعروف و نہی از منکر دنیا میں سعادت اور آخرت میں سپر ۱۱۶

شیخ العلماء' اور شیخ انصاری کی مرجعیت ۱۱۹

ریگستان کا واقعہ اور صدام کی ناکامی یہ آیات حق ہیں ۱۲۲

توحید حقائق کا بھی خیال کرو ۱۲۵

اخلاص علامت ہے کہ انسان گناہوں سے بچا ہوا ہے ۱۲۶

بدی کا جواب بھی نیکی سے دینا ۱۲۶

جو تم نہیں جانتے تو اس کو جاننے کے لئے پوچھو ۱۲۷

بدترین کام یہ ہے کہ کسی کو برائی کا حکم کیا جائے اور
اچھائی سے روکا جائے ۱۳۰

بعض وقت مکروہ سے روکنا بھی منکرات بن جاتا ہے ۱۳۱

عابد و فاسق عوض ہو جاتے ہیں ۱۳۳

نہی از منکر مہمتر و مقدم ہے ۱۳۵

امر بالمعروف میں مراتب کی رعایت کرنا ضروری ہے ۱۳۶

فحش و برے کام رشتہ داری کو ختم کر دیتے ہیں ۱۳۷

امر بالمعروف اور نہی از منکر عزت آور ہے ۱۳۹

وہ احکام کہ جن کو اسلام کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے ۱۴۱

جھوٹی حدیث بنا کر رسولؐ کی طرف نسبت دینا ۱۴۱

سید کے لئے گناہوں سے پرہیز زیادہ ضروری ہے ۱۴۳

فاسق کی بات پر عمل درآمد نہ کرو ۱۴۵

مومن ہمیشہ گناہوں سے بیزار رہتا ہے ۱۴۶

میزبان کی ناموس سے بھی اپنی آنکھ کوتاہ رکھے ۱۴۹

ہر وہ چیز کہ جو اختلاف کا باعث ہو اس سے نہی کی گئی ہے ۱۵۱

ام المومنین صفیہ' عائشہ اور حفصہ کے ساتھ ۱۵۲

عبدالغفار گمنام اور امام زمانہ ؑ کی امامت میں نماز کی ادائیگی ۱۵۴

مجرمانہ قلم کا نتیجہ بھی مجرمانہ ہوتا ہے ۱۵۶

ہر ایک اپنے گناہوں پر نظر کرے ۱۵۷

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی آخری گفتگو ۱۵۸

جو ہاتھ خدا کی بارگاہ میں بلند ہوتے ہیں تو بھرے ہوئے لوٹتے ہیں ۱۵۹

حضرت امام حسینؑ عورتوں کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں ۱۶۰

فصل دوم

امر بالمعروف و نہی از منکر کا میزان ۱۶۳

حجاب اور نہی از منکر ۱۶۵

ناداٰنوں کی راہنمائی کرو ۱۶۵
شہداء کے جنازہ میں شرکت کرو ۱۶۶
دفاتر میں لاپرواہ عورتیں ۱۶۶
عورت ایران اسلامی میں نمونہ ہے ۱۶۸
عورت کا کام کرنا شرط حجاب ہے ۱۶۹
نہی از منکر عملی اور قولی ۱۷۰

فصل سوم

شرائط امر بالمعروف و نہی از منکر ۱۷۴
شناخت معروف و منکر ۱۷۴
احتمال تاثیر امر و نہی میں ۱۷۴
اپنے عمل سے پشیمان ہوا نہ ہو ۱۷۶
امر اور نہی کرنے میں آمر اور ناہی کے لئے ضرر پیش نہ آئے ۱۷۷
کسی بھی واجبات کو ترک کرنا ۱۷۸
فتنہ اور عذاب دردناک ۱۸۰
واجبات کیا ہیں؟ ۱۸۱
ماہ رمضان کا روزہ ۱۸۲
جہاد در راہ خدا ۱۸۲
امر بالمعروف اور نہی از منکر ۱۸۶

امر بالمعروف اور نہی از منکر روایات میں	۱۸۸
امر بالمعروف اور نہی از منکر کے شرائط	۱۹۰
ضرر کا تھوڑا سا وہم وگمان قابل اعتناء نہیں ہے	۱۹۲
اہم اور اہم کی رعایت ضروری ہے	۱۹۴
نہی از منکر کے مراتب	۱۹۵
زندوں کے درمیان مردہ	۱۹۸
تولا اور تبرا	۱۹۹
اہل بیتؑ کے حق سے انکار کا نتیجہ	۲۰۲

انتساب

میں اس کتاب کو حجۃ خدا حضرت امام زمانہ عج
کی خدمت اقدس میں بطورِ نذرانہ پیش کرتا ہوں۔

تقی مکتبی

مقدمه

بقلم اُستاد سید محمد ہاشم دستغیب
سرپرست حوزہ علمیہ و اُستاد دانشگاہ
شیراز

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبلیغ پہلا قدم ہے دین کی آشنائی کے لئے

اسلام دین کامل اور جاوید و زندہ ہے، اور یہ اپنے ساتھ ایسے پروگرام لایا ہے کہ جس کی بدولت اس کے ماننے والے متحرک اور زندہ اسباب رکھتے ہیں۔ پہلا قدم دین کے پروگراموں میں سے یہ ہے کہ لوگوں تک اس کی تبلیغ ہو اور اس کے احکام لوگوں تک پہنچے۔ اسی اصول اور فروع کے احکام لوگوں تک پہنچے تاکہ لوگ اس کے اسم و رسم سے آشنائی پیدا کرسکیں تاکہ دوسرا قدم اس سلسلہ کا اٹھایا جاسکے اور وہ دوسرا قدم یہ ہے کہ لوگ عقائد کے معتقد ہوں اور اس سے متعلق جو بھی احکام ہیں ان کو بجا لائیں۔ جنہوں نے ابھی تک اسلام کا نام ہی نہ سنا ہو وہ کس طرح سے اس کی حقانیت سے آشنائی پیدا کرسکتا ہے اور کس طرح سے اس کے حکام کو قبول کرسکتا ہے اور کیونکر عمل کرسکتا ہے؟

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں۔

اسلام نے بہترین اور آسان ترین طرز تبلیغ کو وسیع پیانہ پر مسلمانوں کے لئے معین کیا ہے کہ اس کا ہر ہر فرد حقیقی معنوں میں اس کا مبلغ

ہو سکے۔ یہ فکر تبلیغ کی اگر صحیح طرح سے جاری ہو جائے۔ مگر افسوس کہ ابھی اس پر کام نہ ہو سکا۔ اگر اس پر توجہ دی جائے تو اسلام بہت ہی کم عرصہ میں عالمگیر شہرت حاصل کر لے۔ اور تمام انسان اس کی حقانیت اور اس کے بہترین پروگرام سے آشنا ہو جائیں۔ اسلام نے کسی خاص شخص کو بعنوان مبلغ مذہب معین نہیں کیا ہے بلکہ نا سمجھ انسانوں کے لئے راہ دکھانے کو عمومی وظیفہ قرار دیا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک دین تمام چیزوں سے عزیز تر ہے:۔

ایک شخص کہ جو مومن واقعی بھی ہو اور اسلام کا پابند بھی ہو تو اس کے نزدیک دین تمام چیزوں سے عزیز تر ہے۔ کہ جہاں وہ خدا کو ایک مانتا ہو اور انبیاءؑ کی رسالت پر عقیدہ بھی رکھتا ہو بالخصوص حضرت محمدؐ کی رسالت پر اور آئمہؑ اطہار کے ساتھ اس کا رشتہ بھی مضبوط ہو تو ایسا دین کہ جس میں خدا سے محبت کا رشتہ بھی ہو اور ایمان سے لبریز دل بھی ہو تو ایسی دوستی کو کوئی بھی دل سے نہیں نکال سکتا اس لئے کہ اس کا دل حب خدا اور ایمان بہ خدا کی جگہ ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ

ہر دلی حب خدا دارد ندارد حب دنیا
باز سلطان کی نظر بد لاشہ مردار دارد

الدنیا جیفتہ وطا لبہا کلاب -- یعنی دنیا کی مثال اس مردہ لاش کی مانند ہے کہ جس کے چاروں طرف کتے ہوں۔

حسینؑ حریت پسند کے سالار ہیں

جس کا جتنا بھی خدا پر ایمان قوی ہوگا اتنا ہی دین سے رشتہ مضبوط ہوگا یعنی اگر دین پر آنچ بھی آجائے تو پھر جان کی بھی پروا نہیں کرتا ہے اور تمام مال کو دین پر قربان کردیتا ہے۔ مومنین ایک ایسے مکتب کے پروکار ہیں کہ اس مکتب کے سالار حضرت امام حسینؑ کی ذات ہے کہ جنہوں نے احکام اسلامی کو جاری کرنے کے لئے اپنی اور اپنے اہلبیت اور اپنے اصحاب کی جان کی بھی پروانہ کی اور سب کو اسلام پر قربان کردیا اس سے خدا کے دین کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں فرزند پیغمبرؐ اور آپ کے اہلبیت کا جو مقام خدا کے نزدیک ہے اس کے باوجود اسلام کی خاطر شہادت کا نذرانہ پیش کیا۔ جیسا کہ امامؑ نے خود فرمایا ہے کہ "میں نے یہ قیام امر بہ معروف و نہی عن المنکر کے لئے کیا ہے۔"

معروف اور منکر کے مراتب کی اہمیت

البتہ معروف اور منکر مراتب رکھتے ہیں۔ وہ گناہ کہ جو آشکارہ ہوتے ہیں اور وہ گناہ کہ جو پنہاں ہوتے ہیں برابر و یکساں نہیں ہیں اس لئے کہ وہ گناہ کہ جس کا مفسدہ اور نقصان زیادہ ہے اور ایک عظیم معاشرہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ایسا گناہ کہ جس کا اثر اور جس کا فساد فرد یا اہل خانہ سے تجاوز نہیں کرتا یہ برابر نہیں ہیں۔ جس طرح کہ قرآن نے بھی فتنہ کو قتل سے قریب تر حساب کیا ہے اور اس فتنہ کو قتل سے سنگین

تر کہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فتنہ کی سزا بھی سخت تر ہے۔ اس لئے کہ جو نقصان کسی کے قتل سے ہوا ہے اور اس کا اثر اس کے خاندان والوں کے علاوہ دیگر پر تجاوز نہیں کرتا درحالنکہ فتنہ کا اثر سالہا سال وسیع پیمانہ پر رہتا ہے۔

تحمل کرنا نہی کے ضرر کو منکرات عظیم سے

اس اب تک کی بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ مراعات الاھم فالاھم ضروری ہے۔ اور بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے۔ یعنی ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے صرف یہ سن لیا ہے کہ بس نہی از منکر کی شرط یہ ہے کہ ضرر نہ خود کو پہنچے نہ کسی اور کو بس اب جو بھی ہو سو ہو۔ لہٰذا کیا معروف اور کیا منکر ان میں کوئی فرق ہی نہیں' اور ان کے ضرر میں بھی فرق نہیں ہے؟! ایسا نہیں ہے' بلکہ بعض منکرات تو ایسے ہیں کہ ان کو روکنے کے لئے جان کی بازی بھی لگانی پڑتی ہے اور دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ منکرات آیا ایسے ہیں کہ جس سے مزید اور منکرات بھی جنم لیتے ہیں اور یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ اس میں مزید کتنے افراد کی جان خطرے میں ہے اور آیا میرا منکر کرنا اور کسی برائی سے روکنا یہ اثر بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

بے حجابی علی الاعلان گناہ کی اساس ہے

مثلاً جو چیز اس وقت میں ہمارے سامنے ہے وہ مسئلہ بے حجابی ہے کہ جو

رضا خان کے زمانہ میں ہوئی اور یہ ایسا کھلا ہوا گناہ ہے کہ جو ضرورت مذہب کے خلاف ہے اور صریح" اسلام کے دستور کے خلاف ہے۔ اور واضح طور پر قرآن کے دستور کے خلاف ہے اور یہ بے حجابی فرق کرتی ہے جھوٹ اور غیبت سے اس لئے کہ جھوٹ اور غیبت جیسے گناہ صرف چند افراد کے سامنے بولے جاتے ہیں جب کہ ایک بے حجاب عورت اپنا سر اور سینہ کھول کر بازاروں اور مختلف جگہوں پر مردوں کے سامنے جاتی ہے اور اپنے اس فعل سے یہ بتانا چاہتی ہے کہ میں کھلم کھلا دستورات اسلامی کی مخالفت کرتی ہوں اور اس سے بے اعتنائی برتی ہوں اور بیباک ہو کر اس حکم کی مخالفت کرتی ہے، علاوہ اس کے اس کا یہ فعل دوسری بہنوں کے لئے جرات کا سبب بنتا ہے اور بعض ضعیف الایمان کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے صرف نظر کرتے ہوئے دیگر گناہان سے اس بے حجابی میں خیانت شہوت اور عزت و ناموس کی بے حرمتی ہونا اور ایک اچھا بستا بستا خاندان تباہی کی طرف چلا جاتا ہے اس کی علاوہ دیگر اور نقصان بھی ہیں۔

. حجابی کو روکنے کے لئے شدید ضرر تحمل کرنا پڑے گا۔

اب اگر کوئی شخص یا کسی فرد یا معاشرہ کے لوگ چاہیں بھی کہ اس ہ کو روکیں کہ جو تمام گناہ کی ماں ہے یا کم سے کم اس کو کم بھی کردیں اس بے حجابی کو کچھ مدت کے لئے بند بھی کروادیں یا کچھ مدت کے لئے س کام میں تاخیر بھی ہوجائے اور مدت میں کئی ایک گناہوں سے روک

ٹوک بھی ہوجائے تو جو ضرر اس مہم میں انجام پائے وہ بھی قابل توجہ ہوگا۔ مسجد گوہرشاد کا وہ واقعہ کہ جو اس وقت کے مقدس ماب کے لئے ایک بہانہ تھا کہ اگر ہم ابھی آواز بلند کرتے تو ہم بھی مارے جاتے جبکہ ایسا نہیں ہے کہ تمام مارے جاتے بلکہ اگر لااقل ان کی آواز بھی بلند ہوتی تو ان بے گناہ افراد نے کیا کیا تھا کہ جن کو خدا کے گھر میں حضرت امام رضاؑ کی قبر کے پاس خاک و خون میں غلطاں کیا۔ اور وہ اس قدر بے باکانہ کام نہ کرتے اگر کچھ لوگ مارپیٹ یا جیل جانے یا ملک بدر ہونے کو تحمل کرلیتے۔ اور یہ قتل و غارت گری کا گناہ نہ ہوتا یا پھر لااقل دیر سے انجام پاتا اور وہ ارزش رکھتا۔ حتی کہ اگر اس جیسے مسجد گوہرشاد والے اور کئی ماجرہ بھی انجام پاتے تو بھی وہ ارزش رکھتا۔

تمام برائیوں کی جڑ طاغوتی حکومت ہے۔

آئمہ طاہرینؑ کی روش ہمارے لئے حجت ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ ان حالات میں بھی آپ آرام سے نہ بیٹھے اور آپ نے حق کی حقانیت اور باطل کے ابطال کو ثابت کرنے کے لئے اپنی اور اپنے اعزاء اور اپنے اصحاب کی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ جیسا کہ امام حسینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ حق کو پایمال کیا جارہا ہے اور اس پر عمل نہیں ہورہا ہے۔ اور برائیوں سے روکا نہیں جارہا ہے کیونکہ حقائق الٹ گئے ہیں کہ بدی اچھائی میں تبدیل ہوگئی اور اچھائی برائی میں تبدیل ہوگئی۔ امامؑ عالی

مقام جانتے تھے کہ ایسا ہوتا رہے گا اور کربلا کے بعد بھی انقلابات عظیم رونما ہوتے رہیں گے۔ کہ جس میں سے انقلاب عراق اور خروج توابین اور اسی طرح اس کی لوٹ کھسوٹ کہ جس نے بنوامیہ کی حکومت کو متزلزل کردیا اور اس کے نتیجے میں ہزاروں جانوں کو موت کا جام پینا پڑا مگر پھر بھی حق کی جیت ہوئی اور باطل رسوا ہو کر رہ گیا **(اشہدانک قداقمت الصلوۃ وآتیت الزکوۃ وامرت بالمعروف و نہیت عن المنکر وجاہدت فی اللہ حق جہادہ)** یعنی ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ نے نماز کو برپاء کیا اور زکوۃ کو ادا کیا اور اچھائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا۔

انسان جان کو عزیز ترین سمجھتا ہے

رضا خان کے زمانہ میں جب اس قسم کا واقعہ رونما ہوا اور حرم الٰہی کی ہتک حرمت ہوئی اور پھر بے گناہ افراد کا خون بہایا گیا تو جہاد واجب ہوتا ہے۔ وہ نہی از منکر کہ جس کی بدولت شہداء کا خون بھی رنگ لائے وہ اہمیت رکھتا ہے۔ میں یہ گمان نہیں کرسکتا کہ کسی کو اس بات پر کوئی اعتراض ہو۔ ہاں البتہ جو چیز ہم کو اس کام سے روکتی ہے وہ حب النفس ہے کہ انسان کو جاں بہت عزیز ہے لہٰذا وہ اس قسم کے میدان میں آنے سے کتراتا ہے اس لئے کہ جس کو جان بہت عزیز ہو اور وہ مائل بھی نہ ہو کہ اس کا بال بھی نہ ٹوٹے تو ایسا شخص ہزاروں توجیاں اور بہانہ تلاش کرتا ہے جان بچانے کے لئے۔

طاغوتی حکومت کی شکست محال کام نہیں ہے

انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کا سہرا اس بوڑھے اور روشن ضمیر اور اس مرد الٰہی کی رہبری کی بدولت ہے۔ حضرت امام خمینیؒ نے ہر اس کام کو عملی کر کے دکھایا کہ جس کو لوگ مشکل جانتے تھے۔ مگر جہاں لوگ ہی کمزور اور بزدل ہوں اور رہبری کرنے والے اسیر جاہ و مقام ہوں تو وہ رہبر سیاسی ہو یا مذہبی تو ایسے میں طاغوتی حکومت کو اکھاڑ پھینکنا ایک امر مشکل بر محال کام ہے۔ مگر جہاں رہبر بھی شجاع اور صاحب بصیرت ہو اور اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے اور کسی قسم کی سازش کو بھی قبول نہ کرے بلکہ وہ تو حق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اسی کی تلاش میں ہو اور اس کے علاوہ کسی سے غرض نہ ہو تو کامیابی ضرور اس کے قدم چومتی ہے۔

نادر شاہ اور بہادر بوڑھے کی گفتگو

کہتے ہیں کہ نادر شاہ نے میدان جنگ میں ایک بوڑھے کو دیکھا کہ اس نے اپنی کمر کو کس کر سواری پر سوار ہوا اور جوان مرد کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا کہ دشمن اس کی شمشیر کے سامنے آتے ہوئے ڈر رہا تھا جنگ کے خاتمہ پا نادر نے اس کو بلوایا اور کہا کہ اس قسم کی بہادری آپ نے پہلے کیوں نہ دکھائی کہ دشمن کئی سال سے تم پر حکومت کرتا رہا۔ اس

بوڑھے شخص نے بہت ہی جالب جواب دیا اور کہا کہ ہم کو نادر جیسے رہبر کی بھی تو ضرورت تھی کہ جس کی بدولت ہمارے بازو میں بھی طاقت آتی ہے۔

امام خمینیؒ جیسا رہبر لازمی ہے

ہاں! امام خمینیؒ جیسا رہبر ضروری ہے کہ جس نے ہر قسم کے امتحان کو سر کیا اور کسی کے لئے بھی کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ لہٰذا اس قسم کے فرد کی ضرورت ہے کہ جو پاک فطرت رکھنے والے خصوصاً نوجوان افراد کے لئے شمع کی حیثیت رکھتا ہو کہ جس کے گرد لوگ پروانہ وار گردش کریں اور اس کے فرمان پر لبیک کہیں میرا ایک دوست کہ جو ان تمام واقعات کی کاملاً اطلاع رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ اگر امام خمینی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کام کو انجام دیتا تو ممکن نہ تھا کہ یہ انقلاب صحیح سالم ہمارے ہاتھ آتا اور ہم اس سے مطمئن بھی رہتے نتیجتاً یا تو کوئی امریکی اس پر چھا جاتا یا پھر کوئی اور طاقت آکر اس پر مسلط ہو جاتی۔ چونکہ امام خمینی جیسی ذات اس میں رہبری کر رہی تھی کہ جنہوں نے اس انقلاب کے خطوط کو استوار کیا اور اس کو دوام بخشا اور جس چیز کا احتمال بھی نہیں کیا جا سکتا وہ یہ انقلاب نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ یہ خالص انقلاب اسلامی ہے۔

نہی از منکرات کے مقدمات میں کوتاہی ہوتی ہے

اب ہم شہید بزرگوار حضرت آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیبؒ کے ان کلمات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ ہم اپنی گذشتہ کوتاہیوں کی توبہ کریں کہ جس کا ہم کو وہم و گماں بھی نہ تھا اور شاید کہ اس کی طرف توجہ بھی نہ تھی اور وہ یہ کہ حکومت اسلامی کی تشکیل اور اس کے مقدمات کی تحصیل میں کوتاہی ہوتی تھی اور اس طرح حکومت طاغوتی کو ختم کرنے میں وہ منکر کہ جو حکومت طاغوت جیسا منکر ہو اس کو سوائے اتحاد اور بھائی چارہ کی فضاء کے کوئی چیز ختم نہیں کرسکتی لہٰذا ہم سے اس فضاء کو قائم کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے اس میں ہم سب برابر کے شریک ہیں اگرچہ خداوند ارحم الراحمین اور غفور الرحیم بھی ہے۔

بہت سے منکرات کی خود بخود نہی ہوجاتی ہے

یہ بات واضح ہے کہ جب اساس منکرات کہ جو حکومت طاغوتی ہے وہ ہی ختم ہوجائے تو اس کی بیہودہ تبلیغات بھی خود بخود ختم ہوجائے گی جیسا کہ اجمالی نظر ڈالیں تو انقلاب اسلامی کی کامیابی کے پانچ سال بعد حکومت کی واضح پالیسیوں سے یہ بات آشکار ہے پوری اس مملکت میں کوئی شراب کی دکان' قمار بازی کے اڈے اور اسی طرح رباخواری اور دیگر اوباش قسم کی محفلیں اور بے حجابی دیکھنے میں نہی آتی اسی طرح غیر

مشروع موسیقی اور سیکسی تصاویر اور مجلہ اور فلمیں وغیرہ نابود ہو چکی ہیں اوران کا نشان تک باقی نہیں ہے۔

وہ معروف کہ جو آسانی سے جاری ہوتا ہے

دوسرے طرف یہ کہ اصل معروف کے پیچھے اور معروف بھی ہے کہ جو حکومت الہی و حکومت ولایت فقیہ ہے اور اسی سے متصل ریڈیو اور ٹیلی وژن بطور عمومی عمل پیرا ہیں اسی طرح دیگر انجمنیں اور ادارات و کارخانجات اور کمپنیاں وغیرہ یہ وجود میں آتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک معروف پر عمل پیرا ہیں۔ اسی طرح قوانین اسلامی کے مطابق کورٹ و عدالتوں میں احکام جاری ہوتے ہین اور یہ ایسے معروف ہیں کہ جو معروف اصلی کے تحقق پیدا کرتے ہیں اس کے پیچھے پیچھے آتے ہیں یعنی بغیر کسی زحمت اور مشکل کے دیگر معروف جاری ہوجاتے ہیں۔

حقیقی اور مطلوب اسلام تک پہنچنے کے لئے رہبر کی تقویت کریں

ہم تحقیق کریں اور دیکھیں کہ یہ اتنی برکات ولایت فقیہ اور حکومت اسلامی کی وجہ سے ہیں لہذا مقام معظم رہبری کی تقویت کریں اور معروف اور اچھائیوں کا حکم کریں اور منکر اور برائیوں سے نہی کریں جو بھی جس پوسٹ اور جس مقام پر ہو اور جیسی بھی شان رکھتا ہو وہ اسی معاشرہ کا فرد ہے لہذا ہر ایک پر لازم ہے کہ اس کا وظیفہ یہ ہے کہ اساس ولایت

فقیہ اور رہبری الٰہی کا زور بازو بنے کہ اس کو تقویت پہنچائے۔ اور جو بھی یہ چاہے کہ رہبری اور حکومت الٰہی کو ضعیف کرے تو اس کا نقصان بھی خود معاشرہ کو ہے اور یہ بزرگ ترین گناہ ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ بعض منکرات حد درجہ اہمیت کے حامل ہیں اور یہ کہ معاشرہ و اجتماع کا دو دستوں یا چند دستوں میں تقسیم ہو جانا ور آپس میں دست گریباں ہونا حکومت اسلامی کو ضعیف اور متزلزل کرتا ہے اور یہ بہت ہی برا فعل ہے اور اس قسم کے کاموں کو سختی کے ساتھ روکا جائے۔

وہ کہ جو دین کا درد رکھتے ہیں

میرا یہ خطاب ان افراد سے ہے کہ جو اظہار دین کرتے ہیں اور دین کا درد بھی رکھتے ہیں۔ مگر وہ افراد کہ جو مادیات کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی فکر اور ان کی سوچ سوائے پیٹ بھرنے اور شہوت و مقام بالا کے کچھ بھی نہ ہو تو ان سے ہم کو سروکار نہیں ہے اسی طرح وہ کہ جو مٹھی بھر سلطنت کے طلب گار ہیں یا کسی فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں اور صرف اپنے دائیں اور بائیں والوں ہی پر نظر رکھتے ہیں یا وہ کہ جو کسی منافق گروہ کے آلہ کار ہیں کہ جن کے ذہن کھوکھلے ہو چکے ہیں تو ان سے میرا کلام نہیں ہے۔ بلکہ میرا خطاب ان سے ہے کہ جو جانتے ہیں کہ اسلام کو تقویت ہو اور احکام قرآن جاری ہو اور معروف پر عمل ہو اور ہر برائی کا خاتمہ ہو جائے اور یہ ہی وہ سیدھی راہ ہے کہ جس کا ہم نے تجربہ بھی کیا پس ہم کیوں ٹیڑھے چلیں؟

شخصیت نہیں بلکہ کام چاہئے

اگر ہم حضرت امام خمینیؒ کا احترام کرتے ہیں تو نہ ان کی شخصیت کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ امام زمانہؑ کے نائب ہیں اور انہوں نے اسلام کو تقویت بخشی ہے اور انہوں نے روح اسلام کو جلا بخشی ہے اور وہ ولی فقیہہ ہیں اور اگر ہم آیتہ اللہ منتظری کی تعظیم کرتے ہیں تو شخصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ ایک ایسا سبز پودہ ہیں کہ جو درخت کے کنارے پروان چڑھتا ہے اور ولایت فقیہہ سے اپنی جڑوں کو لپٹا لیا اور محکم ہوگیا اور اگر تقدیر الہی کچھ اور ہوگی تو ہمارے لئے ہر فقیہہ وہی عظمت رکھتا ہے کہ جو امام خمینیؒ اور دیگر مراجع رکھتے ہیں اس لئے کہ شخصیت مطرح نہیں ہے بلکہ عنوان مطرح ہے ہم ہر اس رہبر کا احترام کرتے ہیں کہ جو مسلمانوں کے لئے شائستہ اور نیک ہو اور اس کے فرمان پر عمل بھی کرتے ہوں اس لئے کہ ہم عاشق اسلام ہیں جب تک امام خمینی زندہ ہیں اور خدا ان کو طویل عمر دے اور صحت و سلامتی دے ہم ان کے تابع ہیں۔ (امام خمینیؒ کے انتقال سے پہلے کی بات ہے) اور جب تک ہم زندہ ہیں اپنا وظیفہ بھی جانتے ہیں اور دوسرے بھی اسی قانون جمہوری اسلامی پر عمل پیرا ہوں کہ جو رہبری کی شرائط کے لئے وضع ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ ہمارا سب کا وظیفہ ہے اس لئے کہ اس کی بنیادوں میں ہزاروں شہیدوں کا خون ہے۔

وہ معروف اور منکر جو ہر مرد پر لازم ہے کہ اس کا حکم کرے۔

ہمارے اب تک کے کلام سے جانا گیا کہ بعض معروف ایسے بھی ہیں کہ جن کا امر کرنا صرف اور صرف مخصوص مقام معظم رہبری کے لئے یا جو مسلمانوں کے رئیس وغیرہ ہیں اس لئے کہ کسی حکم کا جاری کرنا ان کے اختیار میں ہے اور بعض منکر ایسے ہیں کہ جن سے روکنا ان ہی افراد کی شان ہے کہ جس طرح اس قسم کے مسائل کا ہم نے انقلاب اسلامی کا کامیابی پر مشاہدہ کیا ہے مگر کچھ معروف اور منکر ایسے بھی ہیں کہ جو عموی ہیں اور وہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ امر و نہی منکر کریں مثلاً " ہر شخص کا یہ وظیفہ ہے کہ اپنے اہل خانہ کو نمازی بناتے ہیں اور ہر گناہ سے روکے رکھے **یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم و ھلیکم نارا وقودھاالناس والحجارت** (سورہ تحریم ٦٦ آیت ٦) اور یہ چیزیں مومنین کے وظائف میں سے ہیں اور قرآن مجید نے متعدد مقامات پر امر بہ معروف و نہی از منکر کو معین کیا ہے (**کنتم خیر امہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر**) (سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۱۰) اور جہاں پر پروردگار عالم نے مومنین کی صفات بیان کی ہیں تو خداوند ان کی جان اور مال کا خریدار بنا ہے اور اسی چیز سے امر بہ معروف اور نہی از منکر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (**ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم ...... التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون**

السائحون الامرون بالمعروف والناهون عن المنکر.....)(سورہ توبہ آیت ۱۱۱ تا ۱۱۲)

علماء کی ذمہ داری سنگین تر ہے

ایسے مقام پر وہ افراد کہ جو علم و دانش رکھتے ہیں اور جن کا لوگوں میں عزت و احترام ہے اور لوگ ان کی بات سنتے بھی ہیں تو ان کا وظیفہ بھی سنگین تر ہے۔ جیسا کہ اسی قسم کی مزمت پروردگار نے کی ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء نے کیوں اپنی امت کو برائیوں سے نہ روکا اور حرام چیزوں سے منع نہ کیا لہذا ایسے علماء کی توبیخ اور سرزنش کی ہے اور یہ ایسا کام تھا کہ جو ناشائستہ تھا کہ اس وقت کے علماء نے انجام نہ دیا یعنی نہی از منکر کو ترک کیا اور یہ خود منکر ناشائستہ اور بہت ہی بری حرکت تھی۔ (سورہ مائدہ ۵ آیت ۶۳)

بعض موارد قانون نافذ نہیں ہوتا

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اسلام دین جامع اور کامل ہے اور اسلام نے تمام جہاں کو مد نظر رکھا ہے اور احکام اسلامی کو جاری کرنے کے لئے ہر ایک کو موظف قرار دیا ہے کہ "**کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ** کہ ہم سب دوسروں کو نیکی کا حکم دیں اور نیک راہ دکھائیں اور امر بالمعروف و نہی از منکر کے لئے اقدام کریں بلکہ بعض معروف

ایسے بھی ہیں کہ جو حکومت اسلامی اور رہبر کے لئے مخصوص ہیں اور یہ انہی کی شان ہے کہ اس کا حکم کریں اور بعض منکر بھی مخصوص بہ اسلام و رہبر کہ اس سے نہی کریں اور بقیہ معروف اور منکر کو تمام لوگ بالعموم انجام دیں اور اس کا امر و نہی کریں یا اس طرح کہوں کہ بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا بلکہ افراد مطہر اور اسلام دوست اور بقیہ افراد مقام عالی اس کو انجام دے سکتے ہیں کہ امر و نہی کریں۔

نماز پڑھنا اور جھوٹ نہ بولنا

مثلاً" حکومت اسلامی یہ نہیں کر سکتی کہ ہر ہر شخص پر ایک ایک آدمی کو مسلط کرے کہ وہ نماز کے وقت ان کو مسجد میں لائیں دیگر یہ کہ اس طرح کی نماز کہ جو حکومت کے خوف سے پڑھی جائے فائدہ نہیں رکھتی بلکہ نماز خدا کے لئے ہو اور اس کے امتثال امر کے لئے ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہر شخص پر کسی فرد کو مسلط کیا جائے کہ فلاں جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ یہ وظیفہ لوگوں کا ہے کہ ایک دوسرے پر نظر رکھیں کہ شرائط کے ہوتے ہوئے امر بہ معروف کریں اور نہی از منکر کریں۔ حتی کہ بعض جگہ حکومت اسلامی کا وظیفہ ہے کہ مثلاً" مال اسٹاک کرنے والے یا مہنگا بیچنے والے کی بازپرس کرے اور اس کو روکے مگر یہ کام بھی لوگوں کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے اگر لوگ تعاون کریں گے تو ان چیزوں کا قلع قمع ہو سکے گا۔

لوگوں کی حمایت ضروری ہے احکام اسلامی کے اجراء کے لئے

جمہوری اسلامی جب چاہے کہ احکام اسلام کو جاری کرے تو لوگوں کی حمایت ہو اور ملت بغیر کسی رکاوٹ کے احکام اسلامی کے اجراء میں مددگار ثابت ہو اس میں تو شک ہی نہیں کہ یہ جمہوری اسلامی ایران بعنوان اسلام حقیقی بن کر دنیا کے سامنے ابھرا ہے اور اس کی کامیابی اسلام کی کامیابی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے عورتوں کو بے حجاب یا نیم حجاب لے کر نکلتے ہیں یا کچھ جوانوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھو مغربی ثقافت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ اور اسی قسم کے دوسرے اور بھی دستورات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کس طرح سے جمہوری اسلامی کی حقانیت بعنوان اسلامی لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے کہ دشمن مرد و زن کو آمادہ کرتا ہے فحشاء اور بے حجابی کی طرف۔

منافقین برائی کا حکم کرتے ہیں

اس مقام پر پروردگار عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ "منافقین دوسروں کی برائی کا حکم کرتے ہیں اور اچھائی سے روکتے ہیں"

(ا) المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض یامرون بالمنکر و ینهون عن المعروف (سورہ توبہ ۹: آیت ٦٧) اور نفاق کی علامت بھی یہی ہے۔

اگرچہ یہ لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو لوگوں کا ہمدرد اور طرف دار ظاہر کرتے ہیں اور اپنے اوپر اس آیت کو فٹ کرتے ہیں کہ (۲) **فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین**(سورہ نساء ۴ آیت ۹۵) اور اسی قسم کی دیگر آیات کو لاتے ہیں درحالنکہ حق یہ ہے کہ ان کے لئے یہ آیت فٹ کی جائے کہ (۳) **ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار**(سورہ نساء ۴ آیت ۱۴۵) اور آج کل ان کا بھیانک چہرہ آشکار ہوگیا ہے اور ان کی یہ پالیسیاں بے سود ہیں اور ایک زمانہ وہ تھا کہ یہ منافقین چھپ چھپ کر غلط تبلیغات کے لئے پیسہ فراہم کرتے تھے اور سادہ اور بے چارہ نوجوان کے ہاتھ پر رکھتے تھے اپنا کام نکلوانے کے لئے۔

برائیوں میں ملوث افراد سے منفی مبارزہ

ملت ان اندھے منافقوں سے بیزار ہے کہ جس طرح ہر اس شخص سے بیزار ہے کہ جو برائیوں کا حکم کرتا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ تولی اور تبراء ہے یعنی اچھائی سے محبت اور برائی سے نفرت اور انہی میں سے ایک یہ ہے کہ برائیوں سے بیزاری اور ان کے مرتکب ہونے والے سے بھی بیزاری کا اظہار کریں۔ البتہ مراتب شرائط کی رعایت کے ساتھ۔ حضرت امیرالمومنین علی بن ابن طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ گنہگار شخص سے چہرہ پر غصہ اور ناراضی کے تاثر کو ظاہر کرکے اس سے بات اور کوئی معاملہ کیا جائے۔ اور اس طرح کرنا خود ایک قسم کا مبارزہ منفی ہے اس

منکر کے مرتکب ہونے والے کے لئے۔ اور اس طرح نفاق اور برائیوں کی جڑیں نابود ہو جائیں گی البتہ اگر اس دستور کے مطابق عمل کیا جائے اور تمام اس میں شریک ہوں اور اس کو اپنائیں۔

صہیونیزم اور صدام سے منکر تر کوئی نہیں

موجود حالات کے پیش نظر یہ ہے کہ صہیونیزم و اسرائیل اور صدام منکر ترین افراد ہیں۔ اور یہ ہی وہ بدترین وجود ہیں اس روئے زمین پر اور ہر سو فساد جو اس وقت روئے زمین پر ہے انہی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اور انہی آخری سالوں میں مظلوم عراق پر کیا کچھ نہ ہوا اور اس حزب جشی لعنتی نے کیا کچھ انجام نہ دیا۔

مجاہدین نہی از منکر کرتے ہیں

اور حق تو یہ ہے کہ مجاہدین اسلام : جو محاذ پر جنگ آزما ہیں اور جو باطل کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں امر بالمعروف و نہی از منکر انجام دے رہے ہیں۔ اور پروردگار عالم نے سورہ توبہ آیت ۱۱۱' ۱۱۲ میں مجاہدین اسلام کے لئے ہی فرمایا کہ خداوند عالم نے ان کی جان و مال کا معاملہ کیا ہے اور ان کو امر بالمعروف و نہی از منکر' نام دیا ہے۔ بلکہ صرف محاذ پر حاضر ہونا اور ساتھیوں کو تقویت دینا بھی ایک نہی از منکر

ہے ان دشمنوں کے لئے۔ اور جمہوری اسلامی اور نظام الٰہی اور ولایت فقیہہ کو تقویت دینا یہ بہترین امربالمعروف ہے۔

حق پہ لڑنے والوں کے ساتھ رہ کر خدمت کرنا بھی امربالمعروف ہے

ہم جب ذرا سا اپنی فکروں کو جھنجھوڑیں اور ہوش سے کام لیں اور پھر حق اور باطل کی جنگ کا مقابلہ کریں تو سمجھ میں آتا ہے کہ جس گروہ کی ہم مدد کر رہے ہیں اور مدد کرنے سے حق کو تقویت ہوتی ہو یا باطل ضعیف ہوتا ہو یا محو ہوتا ہو تو یہ خود امربالمعروف یا نہی از منکر ہے۔ اور یہی معنی نظام جمہوری اسلامی میں متحقق ہیں۔ وہ جوان کہ جو سرحد (باڈروں) اور محاذ کی پاسداری اور حفاظت کرتے ہیں اور جو رضاکار ہیں جو کسی بھی جہت سے نیم فوجی دستہ ہیں یا جو فوج اور اداروں میں برسرپیکار ہیں اگر ان کا یہ فعل صرف خدا اور غریبوں کی مدد کے لئے ہے تو گویا انہوں نے امربالمعروف کیا اور باطل کو سرکوب کیا اور ان کا ہر ہر کام عبادت ہے اور ہر قسم کی مادی کمی کو خدا کے لئے تحمل کرنا ہوگا۔ اور اس مقدس پروگرام کے تحت بغیر کسی ناامیدی اور خستگی کے اور بھرپور حمایت کے ساتھ اس خدمت کو دوام دینا ہے۔

آیت اللہ دستغیب کا وجود ہمارے لئے امربالمعروف تھا

شہید بزرگوار حضرت آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب کہ جنہوں نے

تمام عمر لوگوں کی ہدایت و ارشاد اور بیان و قلم کے لئے وقف کر رکھی تھی اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کو اجاگر کیا تھا۔ مدتوں شہر بدر اور جیل اور محاصرہ کی صعوبتوں میں رہے۔ اور ناوان دوستوں اور دانا دشمنوں کی وجہ سے رنجیدہ رہتے۔ حقیقت میں ان کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔ وہ اپنے مقصد کی بلندی تک پہنچ گئے ہیں اور اس کے مصداق ہیں کہ "وعاش سعیدا" و ملت سیدا" یعنی ان کی زندگی بھی خوشبخت تھی اور ان کی شہادت بھی خوشبخت ہے اور شہادت تو خدا کے نزدیک سعادت ہے۔ آیت اللہ دستغیب منکرات کے مقابلہ میں خاص حساسیت رکھتے تھے۔ شاہ کے زمانہ میں جو بیہودہ قسم کے جشن وغیرہ شیراز میں ہوتے تھے تو آپ کی فریاد دلخراش ہی کے زور سے وہ نابود و ناکام رہے۔ اور آپ کا وجود اور اثر اس علاقہ میں خود ایک امر بالمعروف و نہی از منکر تھا۔ اور اس کا اندازہ جب ہوا کہ جب امت آپ کے دیدار سے ترس گئی اور آپ کو کھودیا۔

امر بالمعروف و نہی از منکر کے مطالب کا خلاصہ

یہ کتاب مجموعہ اور خلاصہ ہے آیت اللہ دستغیب کی ان تقاریر و گفتگو کا کہ جو آپ نے مختلف کتابوں میں امر بالمعروف و نہی از منکر کے بارے میں کی۔ اور آپ کی گفتگو سے دل بھر آتا ہے اور آپ کی بات دل پر اثر کرتی ہے۔ اس لئے کہ آپ کی گفتگو سادہ اور جاذبیت خاص رکھتی ہے اور یہ قطعا" اثر کرتی ہے۔ اور ہم امید کرتی ہیں کہ ہمارا اسلامی

معاشرہ روز بروز ترقی کرے اور احداف عالیہ تک پہنچے امام خمینیؒ کی سربراہی میں اور یہ ہی اسلام حقیقی ہے اور ہم اس کی ترقی و خوشحالی میں کوشاں ہیں اور ہم قدر کریں ان نفوس کی کہ جو اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں اور جو ہمارے درمیان نہیں رہے اور قدر کریں ان مجاھدین اسلام کی۔ خداوند ہم سب کو توفیق دے۔

شیراز ۸ شہریور ماہ ۶۳

سید محمد ھاشم دستغیب

یہ کتاب امام خمینیؒ کی حیات میں چھپی تھی (مترجم)

فَصل اوّل

جو امر بالمعروف و نہی از منکر سے واقف ہے
تو اس کی ذمہ داری سخت تر ہے۔

فصل اول

جو امر بالمعروف و نہی از منکر سے واقف ہے تو اس کی ذمہ داری سخت تر ہے

جو امر بالمعروف اور نہی از منکر سے واقف ہیں تو ان کے لئے یہ امر اور نہی کا وجود شدید تر ہے۔ جیسا کہ دیگر اوامر مذہبی و معاشرتی کی ذمہ داری ایک شخص دانا پر زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو گناہ جاہل سے معاف ہیں وہ گناہ ایک دانشمند اور پڑھے لکھے سے معاف نہیں ہیں۔ حسرت راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ہم جاہل کے گناہوں کو عالم اور دانشمندوں کے حساب میں ڈالتے ہیں اس لئے کہ جب آپ نے کسی کو غلط راہ پر دیکھا اور یہ طریقہ آپ کے لئے اذیت کا باعث بھی تھا تو کیوں اس کو اس بات سے نہ ٹوکا کیوں اور اس کے اس فعل پر اعتراض نہ کیا اور برا بھلا نہ کہا اور کیوں اس کو حق کا راستہ نہ بتایا۔ راوی کہتا ہے کہ امامؑ کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں لوگ ہماری بات پر عمل نہیں کرتے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے رابطہ منقطع کرلو۔ بعض اوقات مشکل تر امر بہ معروف و نہی از منکر عموم مردم کو تامل ہوتا ہے اور پھر اپنے وظیفہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور یہ کوتاہی نہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی از منکر کو ترک کیا بلکہ یہ کوتاہی اس جہت سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم خود اپنے کہنے پر عمل

نہیں کرتے۔ اور یہ ایک بہت بڑی بات ہے اور خدا کی نظر میں اہمیت بھی رکھی اور لوگوں کو فساد کی طرف لے جانے میں موثر بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ خداوند فرماتا ہے کہ تم جو ایمان لاتے تو کیوں وہ بات کرتے ہو کہ جس پر تم خود عمل نہیں کرتے اور یہ عظیم گناہ ہے (سورہ صف ۴۱: آیات ۲ اور ۳) نزد خداوند کہ انسان کچھ کہے اور خود اس پر عمل بھی نہ کرے۔

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ **انا للہ وانا الیہ راجعون**، فساد سب جگہ پھیل چکا ہے اور کوئی نہیں ہے کہ جو نہی از منکر کرے اور اس کے قول میں وزن بھی ہو اور کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو نہی از منکر کرے اور خود بھی اس پر عمل کرے۔ خدا کی لعنت ہو ان افراد پر کہ جو خود امر بالمعروف کرتے ہیں اور خود اس معروف کو ترک کرتے ہیں اور خدا کی لعنت ہو اس فرد پر کہ جو نہی از منکر کرتے ہیں اور خود اس برائی کو انجام دیتے ہیں۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ منافق نہی از منکر کرتا ہے لیکن خود اس کو ترک نہیں کرتا اور خود کسی اچھے کام کا حکم کرتا ہے دوسروں کو مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا۔

دین کا درد اور عجیب محاسبہ

ملکہ تقوی اور صفات کمالیہ رکھنے والے عالم مرحوم آقا مرزا مہدی خلوصیؒ کہ ان سے تقریباً ۲۰ سال تک رفاقت میرے نصیب میں رہی۔ انہوں نے نقل کیا کہ عالم و زاہد و عابد آقا مرزا محمد حسین یزدی اعلی اللہ مقامہ (کہ جو ۲۸ ربیع الاول ۱۳۰۷ میں مرحوم ہوئے اور قبرستان

حاقلیہ کے قرب میں مدفون ہوئے) کے زمانہ میں حکومت کے باغ میں ایک پارٹی اور مفصل جشن کا اہتمام کیا گیا کہ اس جشن میں تمام تجار کو کہ جو اس زمانہ میں علماء کا لباس پہنے ہوتے تھے دعوت کی گئی۔ اور اس جشن میں تمام فسق و فجور کا سامان مہیا تھا کہ اسی میں غیر مشروع ساز و سامان بھی مہیا تھا۔ اس جشن کی مکمل تفصیل جب مرحوم میرزا کی خدمت میں پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور جمعہ کے دن وکیل مسجد میں بعد از نماز عصر منبر پر بیٹھے اور بہت ہی گریاں فرمایا اور پھر چند جملہ نصیحت و وعظ کے کہے کہ اے تاجروں تم تو ہمیشہ علماء اور روحانیوں کے پیچھے پیچھے تھے تم کیونکر ایسے فسق و فجور والے جشن میں گئے کہ جہاں کھلم کھلا محرمات الٰہی کو زیر پاء گزارا گیا۔ اور بجائے اس کے کہ تم دیگر افراد کو بھی نہی کرتے خود تم بھی ان کے ساتھ شریک ہوگئے تم نے میرے قلب میں سوراخ کردیا۔ میرا دل شعلہ کی طرح بھڑک اٹھا ہے اور میرا خون تمہاری گردن پر ہے اور یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اترے اور گھر تشریف لے گئے۔ اور رات کی نماز کے لئے جماعت میں حاضر نہ ہوئے۔ لوگ احوال پرسی کے لئے گھر پر گئے تو پتہ چلا کہ میرزا مریض ہیں بستر پر پڑے ہوئے ہیں اور دن بدن بخار بڑھتا گیا اور اس حد تک پہنچا کہ اطباء و حکماء نے معالجہ سے اظہار عجز کیا اور کہا کہ میرزا کو آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے کہیں لے جایا جائے۔ میرزا کو سالاری باغ لے گئے (کہ جو دارلسلام کے قبرستان کے نزدیک تھا) انہی دنوں ایک ہندوستانی شخص شیراز آیا ہوا تھا اور مشہور تھا کہ یہ شخص ہندی حساب میں ماہر ہے

اور جو خبر بھی حساب سے دیتا ہے وہ درست ہوتی ہے۔ اتفاق سے وہ ہندی شخص ایک دن ہماری دکان کے سامنے سے گزرا تو میرے والد (مرحوم حاجی عبدالوہاب) نے کہا کہ ان کو یہاں بلاؤ تاکہ اس سے میرزا کے حالات کی بھی تحقیق کرلیں تاکہ پتہ چلے کہ میرزا کا آئندہ کیا ہوگا۔ میں گیا اور اس ہندی شخص کو دکان میں لے آیا۔ میرے والد نے مناسب نہ سمجھا کہ میرزا کا نام لے کر اس سے کچھ دریافت کریں اس لئے کہ چاہتے تھے کہ میرزا کا یہ مسئلہ فاش نہ ہوجائے اور پنہا ہی رہے۔ لہٰذا مسئلہ کی نوعیت اس طرح واضح کی کہ اس شخص ہندی سے کہا کہ میرے پاس کچھ مال تجارت ہے تم اپنے علم جفر و رمل کے ذریعہ سے بتاؤ کہ یہ مال صحیح سالم رہے گا اور مجھے نقصان نہ ہوگا۔ اور یہ کہ جو اس حساب کی مزدوری ہوگی میں تمہیں دوں گا۔ اس مطلب کو ظاہراً" اس طرح کرکے ہندی شخص سے بیان کیا مگر باطن میں قصد یہ کیا کہ آیا میرزا اس مرض سے نجات پائے گا یا نہیں وہ شخص ہندی کافی دیر تک حساب میں مشغول رہا مگر حیرت زدہ اور ساکت تھا۔ میرے والد نے کہا کہ جلدی نتیجہ بتاؤ ورنہ اپنا اور ہمارا ٹائم ضائع نہ کرو اور جاؤ۔ اس شخص ہندی نے کہا کہ میرا حساب غلط نہیں ہے اور نہ اس میں غلط کا امکان ہے۔ لیکن تم نے مجھے الجھا دیا ہے اور متحیر کردیا ہے اس لے کہ جو تمہارے دل میں ہے کہ جس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو وہ مطلب اور ہے کہ جو تم زبان پر لاتے ہو۔ میرے والد نے کہا کہ میں نے مگر کیا نیت کی تھی؟ ہندی نے کہا کہ اس وقت زاحد ترین خلق خدا اس زمین پر مریض ہے۔

اور تم یہ چاہتے ہو کہ یہ جانوں کہ اس کے مرض کی عاقبت کیا ہے۔ تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ وہ شخص ٹھیک ہونے والا نہیں ہے۔ اور چھٹے مہینے کی ابتداء میں فوت ہوجائے گا۔ یہ سن کر ہم غمگین ہوگئے اور اس کے کلام کے منکر ہوئے صرف اس وجہ سے کہ مطلب فاش نہ ہو جائے اور اس ہندی کو لے دے کر رخصت کیا۔ بالاخر میرزا اسی حساب کے مطابق چھٹے مہینے بارگاہ حق سے جاملے۔

امر بالمعروف و نہی از منکر

اس داستان کی مناسبت سے دو مہم مطلب کا تذکرہ ضروری ہے۔ مطلب اول یہ کہ بزرگ ترین واجبات الٰہی کہ جس کی قرآن مجید اور روایات میں شدید تاکید آئی ہے۔ اور تہدید شدید و سخت اس کے ترک کرنے پر آئی ہے وہ امر بالمعروف و نہی از منکر ہے۔ اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ سے ہے۔ جیسا کہ گناہ کبیرہ کتاب میں اس کی تفصیل ذکر ہوتی ہے۔ اور نہی از منکر کا پہلا مرتبہ ان کا قلبی ہے یعنی دل سے اس فعل کی مذمت کرے اس طرح کہ اس کا اثر ظاہر ہو۔ یعنی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب کسی سے کوئی حرام کام ہوتا دیکھے تو اس پر راضی نہ ہو اور دل سے برائی کا اظہار کرے اس طرح سے کہ اس کراہت قلبی کا اثر ظاہر میں بھی آشکار ہو۔ یعنی جب کسی حرام کے انجام دینے والے کے تم روبرو ہو تو اس کے ساتھ محاذ آرائی پر نہ اتر جاؤ اور نہ ہی لڑائی کی فضاء پیدا ہو بلکہ چہرہ پر ناراضگی کے آثار ہوں خلاصہ یہ کہ انکار

قلبی اس فعل سے اعضاء و جوارح سے ظاہر ہو اور جتنا جس کا ایمان قوی تر ہوگا اور روحانیت جتنی شدید تر ہوگی انکار قلبی بھی اس گناہ کے مقابلہ میں شدید تر ہے۔ اور چونکہ جناب میرزا مرحوم کا کمال حدودرجہ تھا اور روح پاکیزہ اور نہایت لطیف تھی اور دل روشن تھا کہ ان جیسے افراد کی نظیر ملنا اس زمانہ میں کم تھی لہٰذا اس ہندی شخص نے اس معنی کو سمجھ لیا تھا کہ میرزا فلاں جشن میں حرمت الٰہی کی ہتک کی وجہ سے ضبط نہ کرسکے اور مرض کو اپنے اوپر طاری کرلیا اور بالآخر دار فانی سے رحلت پاگئے۔ اور گنہگاروں کی دنیا سے باہر چلے گئے اور صالحین بندگان سے ملحق ہوگئے۔ آپ یہ یاد رکھئے کہ میرزا کی اس حالت کا سبب کہ جس نے بہت زیادہ اثر کیا دو چیز تھیں۔ ایک یہ کہ ظاہراً" فسق اور گناہ کہ جو پبلک کی نگاہ میں چھوٹا تھا اور ان افراد کا جرات کے ساتھ اس فعل حرام پہ شریک ہونا تھا۔ اور دوم یہ کہ ان تجار کا ظاہراً اصلاح ہونا اور اپنے آپ کو شریف شمار کرنا تھا کہ انہی میں علماء اور وہ افراد بھی تھے کہ جو علماء کا ہمنشین ہونا پسند کرتے تھے اور وہ ذاکرین اور واعظ وغیرہ بھی تھے کہ جو لوگوں کو وعظ و نصیحت بھی کرتے تھے اور دوسرے درجہ میں وہ افراد بھی تھے کہ جو روحانی محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔ اور نماز جماعت سے پڑھتے تھے اور دیگر طبقہ کے لوگ بھی تھے کہ جو دینی لحاظ سے آگے آگے رہتے ہیں۔ اور جب اس قسم کے افراد سے گناہ سرزد ہو تو یہ یقیناً" باعث بنتا ہے لوگوں کے عقائد ست ہو اور احکام اسلام بے ارزش ہوجائیں اور دیگر لوگوں کے لئے بھی جرات کا سامان بن جائیں

اور گناہان کبیرہ کتاب میں مفصلاً" بیان کیا گیا ہے کہ اس قسم کی افراد کا گناہ صغیرہ انجام دینا بھی حکم گناہ کبیرہ میں ہے۔ مطلب دوم یہ کہ اس ہندی شخص کا علم جفریا کسی اور طریقے سے حساب لگا کر اطلاع دینا یا اسی کی مانند دیگر افراد کا بعض خفیہ امور پر اطلاع دینا اور امور غیبیہ کی خبر دینا یہ دلالت نہیں کرتا کہ وہ لوگ یا ان کے عقائد یا ان کا مذہب حق ہے اور نہ یہ دلالت کرتا ہے کہ ایسے افراد خدا کے نزدیک مقرب ہیں اس لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جن کو تسخیر کرنے کی وجہ سے یا رمل کے طریقے پر یا بعض علوم غیبیہ کے اشارے جاننے کی وجہ سے یا خیالات کو توڑ جوڑ کر بعض امور خفیہ پر اطلاع پیدا کرلیں درحالیکہ ان کے عقائد باطل اور کردار بدنما ہو اور روحانیت سے بہرہ اور شیاطین سے متصل ہو اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ شخصیت امور پنہاں پر آگہی کرلیتی ہے اور غیبی خبر حاصل کرلیتی ہے۔ تو یہ اطلاع پیدا کرنا کسبی نہیں ہے بلکہ یہ عطائے الٰہی اور الہام ربانی ہے۔ بس اگر کوئی یہاں یہ کہے کہ اس بناء پر ہم کس طرح حق و باطل کو تمیز دے سکتے ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ اول تو یہ کہ اہل عقل حضرات حالات اور رفتار و گفتار سے واقف ہوتے ہیں کہ فلاں کتنا پانی میں ہے۔ اور یہ روحانی یا شیطانی اور جو کچھ یہ کہہ رہا ہے عطاء الٰہی ہے یا بوسیلہ مشق و کسب ہے دوم یہ کہ اگر کوئی جھوٹے دعوی سے مدعی ہو مقام روحانیت کا اور جو مسئلہ علوم غیبیہ اور بعض خوارق عادات کاموں سے لوگوں کو متحیر کرے تو یقیناً" خداوند ایسے شخص کو ضرور رسوا اور آشکار کرتا ہے۔ اور لطف

خداوندی کے تحت محال ہے کہ خداوند اپنی حجت کو ظاہر نہ کرے اور لوگوں کو گمراہی سے نہ بچائے۔ خلاصہ یہ کہ وہ افراد کہ جو تمرین اور کسب کے ذریعہ سے علوم غیبیہ کو جان لیتے ہیں تو جب بھی ایسے افراد انسانیت کو گمراہ کرنے اور ان کو منحرف کرنے کے لئے ازراہ دین الٰہی آئیں گے تو خداوند حق کو ضرور ظاہر فرمائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہم باطل کو حق کے ذریعہ باطل کو توڑ دیں گے اور حق روند دیتا ہے باطل کو۔ اور باطل محو ہو جاتا ہے۔ (سورہ انبیاء ۲۱ آیت نمبر۱۱) اور کتب روایات اور کتب رجال سے جانا جاتا ہے کہ صدر اسلام سے قرن سوم تک خداوند متعال نے بوسیلہ آئمہ ھدی علیہم السلام نے ہمیشہ حق کو غالب اور باطل کا چہرہ آشکار کیا ہے اسی طرح دیگر قرن میں بھی اس وقت تک جو بھی مدعی باطل آیا تو خداوند نے بوسیلہ علماء اعلام و حامیان شرع مقدس اسلام اس کے بطلان کو واضح کیا اس بات پر ہمارے پاس کئی شواہد ہیں کہ ان تمام کا ذکر کرنا اس کتاب میں اس کتاب کے وضع سے باہر ہے پھر بھی ایک داستان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

کربلا بہشت کا ٹکڑا ہے

کتاب اسرار الشھادۃ دربندی اور کتاب قصص العلماء میں مرقوم ہے کہ شاہ عباس کے زمانے میں یورپ کے بادشاہ نے فرانس سے کسی شخص کو بھیجا اور سلطان صفوی کو لکھا کہ تم اپنے مذہبی علماء سے کہو کہ میرے بھیجے ہوئے شخص سے دین و مذہب کے معاملہ میں مناظرہ کریں اگر ان

علماء نے ان کو لاجواب کردیا تو میں بھی تمہارے دین میں آجاؤں گا اور اگر اس نے ان علماء کو لاجواب کردیا تو تم ہمارے دین میں آجانا۔ یورپی بادشاہ نے جس شخص کو بھیجا تھا اس کا کمال یہ تھا کہ جو بھی اپنے ہاتھ میں کوئی چیز رکھتا تو وہ شخص اس شے کی اوصاف بیان کردیتا تھا۔ لہٰذا سلطان نے علماء کو جمع کیا اور ان علماء میں سرفہرست آخوند ملا محسن فیض بھی تھے۔ ملا فیض نے اس شخص سے کہا کہ آپ کے بادشاہ کے پاس کوئی عالم نہ تھا کہ تجھ جیسے عوام کو ہم علماء سے مناظرہ کے لئے بھیجا ہے؟ اس شخص یورپی نے کہا کہ تم مجھ سے نہیں جیت سکتے اور تم جو چیز بھی مٹھی میں لے لو میں بتادوں گا۔ ملا محسن نے خاک شفاء کی تسبیح مخفیانہ طورپر اپنے ہاتھ میں لی اور اس یورپی سے پوچھا۔ بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ وہ شخص فکرات کے دریا میں غرق ہوگیا اور بہت تامل کرنے لگا۔ مرحوم فیض نے کہا کہ عاجز کیوں ہوگئے؟ اور اس یورپی نے کہا کہ میں عاجز نہیں ہوا مگر میرے خیال میں آپ کے ہاتھ میں بہشت کی خاک ہے۔ اور میں اسی فکر میں ہوں کہ بہشت کی خاک آپ کے ہاتھ میں کہاں سے آئی۔ ملا محسن نے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ میرے ہاتھ میں خاک بہشت ہے اور یہ تسبیح جو قبر مطہر امام حسینؑ کی تربت کی ہے اور امام حسینؑ رسولؐ کے فرزند ہیں اور ہمارے امام ہیں اور رسولؐ نے فرمایا کہ کربلا بہشت کا ٹکڑا ہے۔ اور تو نے ہماری نبیؐ کے قول کی سچائی قبول کیا۔ اس لئے کہ تو نے کہا تھا کہ میں بتانے میں غلطی نہیں کرتا۔ پس تو نے ہمارے پیغمبر کی صداقت اور دعویٰ نبوت کا بھی اعتراف کرلیا

اس لئے اس بات کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور سوائے پیغمبر کے وہ کسی کو اپنا کلام ابلاغ نہیں کرتا۔ کہ پسر پیغمبرؑ اس جگہ مدفون ہے۔ اس لئے کہ اگر پیغمبرؑ برحق نہ ہوتے تو ان کی صلب میں اور ان کے تابع دیں ہونے والا خاک بہشت میں مدفون نہ ہوتا۔ اس شخص نے جب یہ کلام سنا اور واقع کی حقیقت کو درک کیا تو مسلمان ہوگیا۔

غیرت اور عملی نہی از منکر

مومنین غیرت مند ہوتے ہیں اور یہ غیرت مومنین ہی تھے کہ انہوں نے آثار حجاب کو باقی رکھا۔ اس لئے کہ جب کوئی مومن شادی کرتا ہے یا کوئی اپنے بیٹے کے لئے بہو تلاش کرتا ہے یا خاندان کے کسی فرد کے لئے لڑکی کی تلاش ہوتی ہے تو ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لڑکی باحجاب ہو۔ خاندان باحجاب ہو۔ حتی کہ بعض کہتے ہیں کہ ہمیں تو ایسی لڑکی چاہئے کہ کسی نامحرم نے اس کو نہ دیکھا ہو۔ اور یہ ایسا کام ہے کہ جو دل کی خوشی کا باعث ہے۔ اور خود یہ ایک قسم کا نہی از منکر عملی ہے۔ اور جب اس قسم کے افراد کی تعداد بڑھ جائے گی تو معاشرہ اسی حساب سے چلے گا اور کوئی غیرت مند بھی اپنی بیٹی کو بے حجاب اسکول و مدرسہ نہیں بھیجے گا۔ اور یہ مطالب درست ہے اور یہ تو حواشی ہیں۔ لیکن دل میں تو اور بھی کچھ ہے کہ جو کہنا چاہئے۔

قیام برائے امر بالمعروف و نہی از منکر

حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے باہر اپنے اہلبیت کے ساتھ نکلنا چاہتے تھے تو آٹھویں دن آپنے صریح الفاظ میں فرمایا کہ میرا یہ قیام امر بالمعروف و نہی از منکر کے لئے ہے نہ برائے حوس و فتنہ انگیزی کے لئے۔ اور امام حسینؑ کا بھی وہی مشن تھا کہ جو آپؑ کے پدر اور آپؑ کے جد کا تھا۔ اور مسلمانوں کو تقوی کی دعوت دی تھی۔ اور اسی چیز پر ان کو بتانا تھا کہ زمین پر برتری نہ جتاؤ یعنی باصطلاح قرآن یہ کہ علوفی الارض نہ کرو۔ (سورہ قصص ۲۸: آیت ۸۳) اور یزیدی حکومت کی لالچیں تم کو فریب میں نہ ڈال دیں کہ تم بشرپرست بن جاؤ۔ بلکہ تم خدا پرست بنو۔ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے۔ اس قدر حرص اور غفلت کس لئے؟ مگر تم اس دنیا میں کتنا رہنا چاہتے ہو؟

عاشورہ کے دن امام حسینؑ کا امر بالمعروف کرنا

امر بالمعروف کو گفتار کے علاوہ کردار سے بھی کرنا چاہئے اور نماز سے بڑھ کر کونسا معروف ہوسکتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ روز عاشورہ ظہر کے وقت ابو ثمامہؓ نے کہا تھا کہ یا اباعبداللہ ہماری عمر کے آخری لحات ہیں دشمن کا لشکر بھی نزدیک ہے زوال کا وقت نزدیک ہوگیا ہے ہماری آرزو یہ ہے کہ ایک بار پھر آپؑ کی امامت میں نماز پڑھی جائے۔ میرے مولاؑ نے ایک مرتبہ چشم مبارک آسمان کی طرف بلند کی اور فرمایا کہ ہاں ظہر

نزدیک ہو گئی ہے اور ابو ثمامہؓ کے لئے دعاء فرمائی کہ خدا تجھ کو نماز گزاروں میں قرار دے اور آپؑ نے اس نازک مرحلہ اور پر آشوب وقت میں نماز ادا کی اور عملاً "امر بالمعروف کیا۔

نیکی کو نیکی سے تلافی کرو

قرآن مجید میں جو آیت آئی ہے اور جو عام ہے اور کسی بھی چیز سے تخصیص نہیں کھائی یعنی کسی بھی انسان کو اسے خارج نہ کیا وہ بھی اسی مضمون کو بتاتی ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جو بھی تم سے نیکی کرے تو تم بھی اس کا جواب دو اور جہاں تک ہو سکے نیکی کا صلہ نیکی سے دو اگرچہ نیکی کرنے والا کافر ہو یا مومن اور فضیلت اسی میں ہے کہ احسان کا بدلہ اچھے احسان اور بہتر جواب کے ساتھ دو۔ کسی زمانہ میں جب کوفہ میں بارش نہ ہوتی تو اہل کوفہ حضرت علیؑ کے پاس آتے تھے کہ دعا کریں۔ آپؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا تھا کہ جاؤ اور دعا کرو امام حسینؑ نے دعا کی اور بارش ہونے لگی اور تمام اہل کوفہ سیراب ہو گئے۔ لیکن اہل کوفہ نے اس احسان کا بدلہ کس طرح دیا؟ کہ امامؑ کو ایک قطرہ تک پانی کا نہ دیا۔ اہل کوفہ نے کربلا کے مہمان کی خوب پذیرائی کی۔

مومن کبھی بدی اور کافر کبھی نیکی نہیں کرتا

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بنا بر اس کے کہ کافر سوائے شر کے اور

مومن سوائے خیر کے کوئی کام انجام نہیں دے سکتا۔ درحالنکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض کفار خیرات بھی کرتے ہیں اور بعض اہل ایمان سے شر دیکھنے میں آتا ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی بھی خیر حقیقی کافر بجا نہیں لاتا اور اس قسم کے خیر جو کبھی کسی کافر سے دیکھے جاتے ہیں تو یہ شکل و صورت خیر کی رکھتے ہیں۔ مثلاً" انفاق اور بذل مال اس وقت خیر ہیں جس کے اولاً" اس مال کو ازراہ مشروع حاصل کیا ہوتا ثانیاً" یہ کہ عقل و شرع اسکو ازلحاظ کم و کیف پسند کرے۔ کس مقدار پر اور کس طرح صرف کیا یعنی اسراف نہ کرے ثانیاً" یہ کہ اس کی اس خیرات وغیرہ سے غرض فقط قربت الی اللہ ہو یعنی غرض خدا ہو بس اگر مال کی زیادتی کی وجہ سے یا شہرت طلبی کی وجہ سے یا خلق کی مدح سرائی کے لئے یہ کام ہوا تو حقیقت میں یہ معاملہ کیا ہے نہ یہ کہ اس نے خیرات کی ہے اور کافر جو بھی خیرات کرتے ہیں یا کبھی کوئی ہسپتال وغیرہ بنادیتے ہیں یا کوئی کارخانہ لگادیتے ہیں تو ان میں ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جاتی یا کم از کم کوئی ایک شرط تو معدوم ہوگی۔ مثلاً" مکہ والے اموال مسلمین اور بیت المال سے اپنے خزانہ پر کرتے تھے اور پھر لاکھ و دو لکھ سکہ شاعر کو دیتے تھے کہ ان کی مدح سرائی کرتا رہے تاکہ ان کا مقام اور ان کی وزارت باقی اور مثبت رہے۔ آیا اس قسم کے انفاق کو آپ نیک اور خیر کام کہہ سکتے ہیں؟ اور وہ شر اور بدی کہ جو آپ کبھی کسی مومن سے دیکھتے ہو تو وہ شر حقیقی نہیں ہے۔ یعنی اس نے اس شر کو خدا کا انکار اور حساب روز جزاء کا انکار کرکے انجام نہیں دیا بلکہ یہ کام

اس سے اتفاقاً" ہوا یا ہوا، وحوس یا وسوسہ شیطان کے غلبہ کی وجہ سے ہوا۔ اور اس کا ایمان اس کو اس کام سے سخت پشیمان کرتا ہے اور وہ مومن اس کی تلافی کرتا ہے اور اس کا تدارک کرتا ہے۔ لیکن اگر کسی سے شر دیکھا جائے اور وہ اس سے پشیمان بھی نہ ہو اور اپنے اس عمل سے ناراحت بھی نہ ہو اور اس کی تلافی اور تدارک بھی نہ کرے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ اس شخص کے دل میں ایمان ابھی آیا ہی نہیں۔ فقط زبان سے اقرار کرتا ہے۔ سورہ حجرات میں ارشاد ہے کہ اعرابی نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ تم ابھی ایمان نہ لائے بلکہ تم اسلام لائے ہو ایمان تو ابھی تمہارے دل ہی میں داخل نہ ہوا۔(سورہ حجرات آیت ۱۴)

خدا کی وحدانیت کی تمرین ہمارے گفتار اور کردار سے ہو

اور شاید یہ کہ حکمت نہی کرنے میں مخلوق سے اہل توحید کو تمرین کرانا ہو۔ تاکہ انسان اپنے گفتار و کردار کا خیال رکھیں اور اس گفتار یا کردار سے دور رہیں کہ جس میں شرک کی بو آتی ہو تاکہ مقام توحید میں ثابت قدم رہے۔ لہٰذا اس بات کو پاء برجاء کرنے کے لئے اور اس بات کی تاکید کے لئے کہ توحید بہت اہم ہے کسی مخلوق سے کوئی چیز مانگنے کی بھی نہی کی گئی ہے۔ مگر یہ کہ بہت ہی اشد ضرورت ہو۔ محقق اردبیلی فرماتے ہیں کہ سوال کرنا غیر خدا سے عقلاً" و شرعاً" یہ سوال مبغوض ہے۔ اور روایت بھی ہے کہ اصحاب نے رسولؐ سے چاہا کہ آپؐ ان

اصحاب کے بہشت میں جانے کے ضامن بن جائیں تو آپؐ نے ضمانت دی مگر اس شرط کے ساتھ کہ سوائے خدا کے کسی سے نہ مانگنا احباب نے اس کو قبول کرلیا تو کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی صحابی سوار ہوتا اس کے ہاتھ سے تازیانہ چھٹ جاتا تو کسی پیدل چلنے والے سے نہ کہتے کہ تازیانہ اٹھادو۔ بلکہ خود سواری سے اتر کے تازیانہ اٹھاتے تھے اور سوار ہوجاتے تھے اور جب کبھی کوئی پیاس محسوس کرتا اور کوئی پانی کے پاس موجود ہوتا تو اس سے پانی طلب نہ کرتے بلکہ خود جاکر لیتے تھے۔(کتاب زبدہ البیان صفحہ ۶) خلاصہ یہ کہ بطور کلی سوال کرنا مخلوق سے مکروہ اور برا ہے مگر ھنگام ضرورت یہی سوال کرنا اساس توحید اور یگانہ پر ی کی اساس کو محکم کرتا ہے اور یہ ہی ایک راہ ہے سعادت اور انسان کی منزلت کی۔

خدا کی راہ میں سرزنش کرنے والوں سے نہ ڈرو

جابرؓ کہتے ہیں کہ امام باقرؑ نے فرمایا کہ اپنے دلوں کے ساتھ منکرات اور برائیوں سے مقابلہ کرو اور زبان سے بھی کہو اور آپ کی پیشانی پر بھی اس کے آثار آشکار ہو۔ خدا کی راہ میں کسی کو برائی سے منع کرنے سے کسی کی سرزنش سے نہ ڈرو۔ بس اگر کوئی قبول کرے نصیحت کو اور حق پر لوٹ جائے تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ عیب اس کے لئے ہے کہ جو لوگوں پر ظلم، سرکشی اور نافرمانی کرے۔ اور خدا کا عذاب بھی انہی لوگوں کے لئے ہے لہٰذا ایسی صورت میں چاہئے کہ حتی الامکان ان کے ساتھ

مخالفت کریں۔ اور دل میں اس کو دشمن احکام الہی تصور کرو۔ اور آپ کا یہ عمل نہ کسی ریاست کی وجہ سے ہو نہ کسی ثروت کے حصول کی وجہ سے ہو اور نہ آپ کا قصد ظلم سے کامیابی ہو۔ بلکہ اس کی مخالفت کرو کہ اس کو اپنے دستورات کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرو تاکہ طبق دستورات الہی وہ عمل کرے (اور مسلمان حقیقی ہو جائے اور دین اسلام رونق بخشے)

مردہ متحرک

ایک مسلمان شخص کو چاہئے کہ دل اور زبان اور ہاتھ سے اظہار نفرت کرے۔ مگر زبان اور ہاتھ سے اظہار نفرت کرنا مراتب رکھتا ہے کہ یہ مرتبہ ضعف اور نیچے سے شروع ہوتا ہے شدت کی طرف۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ منکر کرنے والے کی آخری حد قتل ہے۔ اور یہ آخری مرحلہ ہے اظہار نفرت کا۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ بعض افراد دل و زبان اور ہاتھ سے ناشائستہ کاموں سے روکتے ہیں۔ اور اس قسم کے افراد اخلاق شائستہ کی تکمیل کرتے ہیں اور بعض فقط زبان اور دل سے برائی کی نفی کرتے ہیں تو اس قسم کے افراد نے گویا اچھے کام کی دو خصلت کو قبول کیا اور ایک خصلت کو انہوں نے ترک کردیا اور بعض فقط دل سے نہی از منکر کرتے ہیں۔ اور ہاتھ اور زبان سے کام نہی لیتے تو ایسے افراد نے دو بڑے اہم کام کو ترک کیا اور ان میں ہی سے ایک کو اختیار کیا اور ایک دستہ افراد کا ایسا بھی ہے کہ جو نہ ہاتھ سے نہ زبان سے نہ قلب سے نہی از

منکر کرتا ہی تو ایسے افراد مردہ متحرک ہیں۔ تمام اچھے کام اور جہاد در راہ خدا امربالمعروف و نہی از منکر کے مقابلہ میں اس طرح ہے کہ جیسے آب دھن دریا کے کنارہ ۔ امربالمعروف ونہی از منکر انسان کے لئے موت کو تو قریب نہیں کرتی۔ رزق اور روزی کو تو محدود نہیں کرتی اور بہترین امربالمعروف و نہی از منکر عدالت پروری ہے کہ ستمگر شخص کے سامنے بھی حق بات کہی جائے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلای فقیہہ کہتا ہے کہ جس دن ہم شاہی افراد کے روبرو ہوتے تو میں نے سنا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے لوگوں جو بھی یہ دیکھے کہ کوئی ستم کر رہا ہے اور لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتا ہے اور دل سے اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو ایسا شخص ستم اور گناہ سے سالم رہے اور بے گناہ رہے گا۔ اور جو بھی زبان سے مخالفت کرے تو وہ اجر پائے گا اور اس کا فعل اس شخص اول سے بہتر ہے اور جو بھی یہ قدرت رکھے کہ زور کے بل بوتے پر ستم کرے اور گناہ کو روکے اس منظور سے کہ خدا کا دستور باقی رہے اور ستمگر کا قول نابود ہو تو ایسا شخص راہ ہدایت پاگیا اور صراط مستقیم پر گامزن ہے اور دل اس کا یقین سے نورانی ہوگیا ہے۔ ہاں جو قدرت نہ رکھے کسی کو روکنے کی اور دل ہی سے بیزاری ظاہر کرے تو یہ شخص سالم ہے اور آلودہ نہ ہوگا۔

گفتار و کردار سے توحید کی مراقبت کریں

ہمیں چاہئے کہ کاملا" اپنے کردار اور گفتار کی مراقبت کریں کہ توحید

کی راہ سے پل بھر کے لئے بھی دور نہ نکل جائیں۔ اور کسی میں بھی بوء استقلال یا سبب دیگر سے خداوند کی ربوبیت سے ہٹ جانا ٹھیک نہیں۔ ایسی چیز سے پرہیز کریں مثلا "اگر کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنی طرف سے نہ سمجھے بلکہ اس کو خداوند کی طرف سے سمجھے۔ اور کسی پر احسان نہ جتاؤ بلکہ خود کو پروردگار کی طرف سے مجرای خیر سمجھے لہذا اگر کوئی کسی کے ساتھ خیر کرے اس سے چاپلوسی نہ کرے بلکہ خدا کا شکر بجالائے اور نیکی کرنے والے کا بھی شکریہ ادا کرے۔ اس لئے کہ خداوند نے اس کے ذریعے سے تم تک خیر پہنچایا ہے اور اگر کسی کے ساتھ بدی کرے یا کوئی اس سے بدی کرے تو جان لے کہ خدا نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور خدا کے حضور پناہ مانگے۔ اور خدا سے رفع شر اور اصلاح کام کی بھیک مانگے۔ بندہ کبھی بھی دعوی استقلال نہ کرے اور اپنے کو بے نیاز سمجھے یعنی کبھی یہ نہ کہے کہ میں اسے اس طرح یا اس طرح کیا یا کروں گا۔ اور اس طرح نہ کہے کسی معاملہ میں کہ اگر میں نہ ہوتا تو جانے کیا ہوتا یا میں نے فلاں کو ثروتمند کیا یا فلاں کو نجات دی اور اسی قسم کی باتیں کرنا جس سے ادعائی ربوبیت کی بو آتی ہے معاذاللہ۔ بلکہ خدا نے قرآن میں یہ دستور دیا ہے کہ یہ نہ کہو کہ کل میں فلاں کام کروں گا بلکہ کہو کہ اگر خدا چاہے یعنی انشاء اللہ ضرور کہو۔ (سورہ کہف آیت ۲۳)

ذات الٰہی میں تفکر کرنے کی نہی ہوتی ہے

اب تک جو ذکر ہوا وہ یہ تھا کہ ایمان بہ خدا اور معرفت بہ خدا یہ فطریات بشر سے ہے۔ اور مراد اس مطلب سے یہ یقین کرنا ہے کہ ہم سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے وہ دانا اور توانا بھی ہے۔ لیکن اس کی ذات اور کنہ و حقیقت کے بارے میں سوچنا یہ عقیدہ بشر اور تمام مخلوقات سے باہر ہے بلکہ محال ہے کہ مخلوق ذات خالق سے باخبر ہو اس لئے کہ ذات کی پہچان کا مطلب یہ ہوگا کہ مخلوق اس پر احاطہ رکھتی ہے جب کہ یہ محال ہے کہ مخلوق خالق پر احاطہ پیدا کرے۔ بلکہ ذات الٰہی ہم سب پر محیط و حاوی ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مقدس میں ذات الٰہی میں تفکر کرنے کی نہی وارد ہوئی ہے بلکہ اس کے افعال اور اس کی نعمتوں میں تفکر کرنا کہ جس کی وجہ سے اس کی معرفت حاصل ہو واجب قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ خدا کیوں اور کیسے ہمیں وجود میں لایا اس کی بات آپ کرسکتے ہو مگر ذات الٰہی کے بارے میں سانس روک لو اس لے کہ ذات الٰہی کے متعلق گفتگو کرنے میں سوائے گمراہی و ضلالت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (کتاب کافی) حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کے متعلق جو بھی یہ سوچے اور فکر کرے اور وہ کیسا اور کس طرح ہے۔ وہ ہلاک ہوا۔ (کتاب کافی)

آیا کسی چیز کا انکار اس کے نا ہونے کی دلیل ہے؟

اس قسم کے افراد سے یہ کہا جائے کہ اول تو آپ کا اندیشہ ذات خداوند کے لئے غلط ہے اور اس کی طلب محال ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کبھی بھی محیط نہیں ہوتی خالق پر۔ دوئم یہ کہ اگر آپ ذات حق کو نہیں پہچانتے تو کیونکر اس کے منکر ہوئے۔ حالانکہ آپ کئی اشیاء کی ذات اور اس کی حقیقت کو نہیں پہچانتے جبکہ اس کے آپ منکر نہیں ہوتے۔ مثلاً" ابھی تک کوئی بھی حقیقت نور کو نہ پہنچا سکا یہ امواج کی حقیقت کو نہ جان سکا یا دیکھنے کی کیفیت کو نہ سمجھ سکے۔ جبکہ قوت مفکرہ اور دیگر قوای کا باطن کا یقین رکھتے ہو جبکہ ان کی حقیقت سے بے خبر ہو لہٰذا اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ اے نافہم' اے بے عقل تو آپ ناراض ہو جاتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ میں کیوں عقل نہیں رکھتا۔ اور وہ یہ کہے کہ کیونکہ میں عقل کی حقیقت اور اس کی ذات کو نہ پہچان سکا۔ تو آیا اس کا یہ جواب آپ قبول کرو گے۔

واجبات اور محرمات بجا لاتے وقت خدا کو یاد رکھو

وہ مقام کہ جہاں یاد خدا واجب ہے انہی میں سے واجب یا حرام کام کرتے وقت خدا کو یاد کرو۔ اور واجب کو انجام دو یا حرام کو ترک کرو۔ مثلاً" ماہ مبارک رمضان میں روزہ کو ترک نہ کرو۔ موسم حج میں اگر شرائط وجوب حج اس میں پائے جاتے ہیں تو حج کو بجا لائے۔ سال کی

ابتداء میں اگر زکوۃ یا خمس اس پر واجب ہوا ہے تو فوراً ادا کرے
مصیبت کے وقت و بلاء کے وقت خدا کو یاد کرے اور صبر سے کام لے۔
اور دل کو اطمینان دلائے کہ اس کا اجر بھی مجھے ملے گا۔ اور اگر کوئی
مستحب کام ہو تو توانائی و قدرت جتنا اس کو بجا لاؤ اور خدا کو یاد کرو
مثلاً جب کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو سلام کرنے میں پہل کرنے کو
ترک نہ کو۔ اور اگر پہلے اس نے تمہیں سلام کیا تو جواب کو حتماً دو یا
صلہ رحم اگر اس طرح ہے کہ اس کا ترک کرنا عرفاً قطع رحم کا باعث
بنتا ہے تو صلہ رحم واجب ہے مثلاً کوئی مریض ہے تو اس کی عیادت کرو۔
اگر کوئی پریشانی میں مبتلا ہے تو اس کی پریشانی کو دور کرو۔ اس کے علاوہ
صورت صلہ رحم مستحب اور مسامحہ سہل انگاری اس میں ضروری نہیں۔
اس کی طرح جب کسی حرام کو انجام دو تو اس کو ترک کردو۔ اور خدا کو
فراموش نہ کرو اور مکروہات کو بھی جہاں تک ہوسکے سہل انگاری سے
کام نہ لو اور اس کو بھی ترک کرو۔ مثلاً اگر کسی نا محرم پر نگاہ پڑے تو
خدا کو حاضر و ناظر جانے اور آنکھوں کو وہاں سے پھیر لے۔ اگر گانا
وغیرہ چل رہا ہو تو اس پر کان نہ دھرے یا وہاں سے اٹھ کھڑا ہو۔ اگر
حرام مال سامنے ہو تو اس میں تصرف نہ کرے۔ اگر کوئی جملہ و کلمہ حرام
کہنا ہو تو اس کو زبان پر نہ لائے۔ خلاصہ یہ کہ ہر حالت میں خدا کو
فراموش نہ کرے اور اس کی فرمابرداری کرے۔ یہ ہے مراد اس ذکر کثیر
سے کہ جو قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے کہ خدا کو زیادہ یاد کرو۔
اور چند روایات میں امامؑ نے اسی مطلب کو بیان فرمایا ہے

بہترین اور سخت ترین کام

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ بہترین اعمال اور بعض دیگر روایات میں فرمایا کہ سخت ترین چیز کہ جو خداوند عالم نے اپنے بندگان پر واجب فرمائی ہے وہ تین ہیں اور بعض دیگر روایات میں اس طرح بیان ہوا کہ مومن کا تین سخت چیزوں سے امتحان لیا جاتا ہے۔

۱۔ لوگوں کے ساتھ انصاف: یعنی لوگوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئے اور لوگوں کے لئے بھی اسی چیز کو پسند کرو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

۲۔ مواسات (مدد کرنا): یعنی اپنے دینی بھائی سے مال میں ہمدردی کرو۔ یعنی اگر غریب ہے تو بذل (عطا کرنا) مال کرو۔ اور اگر بیمار ہے تو بھی مال سے اس کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

۳۔ یادِ خدا ہر حال میں: یعنی صرف زبان سے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا کافی نہیں ہے۔ (اگرچہ یہ کہنا بھی ذکر ہے) لیکن مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں حکم ہو اس کے بجا لانے کا تو اس کو بجا بھی لاؤ۔ اور اگر حکم اس کے ترک کرنے کا ہے تو اس کو ترک کرکے بھی دکھاؤ۔

پانچ چیزوں کو لازمی طور پر ترک کرو

حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ پانچ چیز دل کو سخت کرتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ غیبت ۲۔ احمق کی ہمراہی۔ ۳۔ عورتوں کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا۔ ۴۔ طویل مدت تنہا کسی گھر میں رہنا۔ ۵۔ مردوں کے ساتھ ہمنشینی۔ سوال ہوا کہ یا رسول اللہؐ مردوں سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ ہر وہ بندہ کہ جو سرکش ہو اور خوشگذر ہو یعنی دنیا اس کی نگاہ میں سب کچھ ہو پس وہ مردہ ہے۔ اور جو بندہ بھی اپنے مرنے کے بعد کا سامان مہیا نہ کرے اپنی زندگی میں وہ بھی مردہ ہے۔

اور رسولؐ نے فرمایا حضرت علیؑ سے کہ تین چیزیں دل کو سخت کرتی ہیں۔ ۱۔ ناجائز اور غیر مشروع موسیقی سننا ۲۔ شکار کے پیچھے جانا ۳۔ حاکم کے گھروں میں جانا

حرام کا حکم کرنا اور واجب سے روکنا اثر نہیں رکھتا۔

جاننا چاہئے کہ تمام اوامر اور نواہی کہ جس کا والدین حکم کریں واجب الاطاعت نہیں ہیں۔ بلکہ مشروط یہ کے والدین کا حکم کسی حرام کام کا نہ ہو اور کسی واجب سے نہ روک رہے ہو۔ اس لئے کہ ایسے میں اطاعت خدا و رسولؐ مقدم ہے۔ جیسا کہ صریح آیت ہے کہ **وان جاھداک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما** سورہ عنکبوت آیت ۷) علاوہ اس کے قدر مسلم وجوب اطاعت والدین اس وقت ہے جبکہ ان کی مخالفت سے ان کو اذیت اور ناراضی ہو اس لئے کہ والدین کو اذیت دینا نص قرآن حرام ہے۔ پس اگر والدین کسی چیز کا حکم کریں یا کسی چیز سے منع کریں کہ ان کی مخالفت سے اذیت ہوگی تو ایسے میں ان

کی اطاعت واجب ہے۔

گناہ سے بچنا بہت ہی ضروری ہے

ماہ شعبان کے آخری جمعہ کا خطبہ کہ جو رسولؐ نے دیا کہ جس میں ماہ رمضان کی فضیلت کو بیان کیا۔ آپ نے یہ خطبہ پڑھا ہی ہو گا کہ اس خطبہ کے وقت امیرالمومنینؑ نے منبر کے نیچے سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (ای الاعمال افضل) کہ کون سے اعمال افضل ہیں۔ یعنی سب سے بہتر کام ماہ رمضان میں کیا ہے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ **"الودع عن محارم اللہ"** یعنی گناہوں سے پرہیز کرنا۔ اگرچہ قرآن پڑھنا بھی ان ایام میں سعادت ہے ہر آیت اس ماہ میں ایک ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے۔ نماز نافلہ پڑھنا اس ماہ میں ایک نماز واجب کا ثواب رکھتی ہے۔ اور دیگر اوقات میں ہر نماز واجب کا ثواب ستر نماز واجب کے برابر ہے مگر شرط یہ ہے کہ گناہ سے پرہیز کریں۔

ڈاکٹر جو آپ کو نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو معالجہ کرنا خوب ہے مگر شرط یہ کہ پرہیز بھی ہمراہ ہو۔ ایک دوست نے کہا کہ میں ہسپتال میں تھا میرے نزدیک دوسرے بیمار کا بھی بیڈ تھا۔ ڈاکٹر نے سسٹر سے کہا کہ فلاں مریض کے لئے پانی نقصان دہ ہے پھر وہ کہہ کہ میں پیاسا ہوں۔ کل تک کوئی اس کو پانی نہ دے پانی اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ اچانک مریض نے پیاس کے مارے فریاد کرنی شروع کی۔ ماموریں نے کہا کہ پانی کی اجازت نہیں ہے مریض رونے لگا اور ماموریں نے توجہ نہ دی اتنے میں ڈیوٹی چینج

ہوئی اور نیا عملہ کام کے لئے آیا۔ مگر اس عملہ کو معلوم نہ تھا کہ فلاں مریض کے لئے پانی نقصان دہ ہے۔ اسی مریض نے التماس کی پانی کی کہ میں تشنہ ہوں۔ ان میں ایک سسٹر گئی اور ایک گلاس پانی لاکر اس کے قریب رکھ دیا۔ مجھے اس دوست نے بتایا کہ اس مریض نے چند لحہ تک صدا نہ کی اور پانی پی کر آرام کرنے لگا یہاں تک کہ صبح ہوگئی ڈاکٹر آیا دیکھا کہ میرض مرچکا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگا اور کہنے لگا کہ کیوں اس کو پانی دیا۔ علاج کے بغیر پرہیز بے فائدہ ہے۔

پس روزہ ماہ رمضان رکھو مگر شرط پرہیزگناہ ہے یعنی شرط یہ کہ زبان کو بھی غیبت سے بچائے رکھو۔ خدایا تو مدد کر کہ ایک ماہ رمضان میری زبان کو کنٹرول رہے۔ جھوٹ' غیبت اور فحش مجھ سے سرزد نہ ہو۔ لہٰذا بغیر علم کے بات کہنا' کسی کا راز فاش کرنا' کسی کا عیب کہنا ان سب سے پرہیز واجب ہے۔ اے روزہ دار بھائی جہاں بھی جاؤ مگر آنکھ سے کوئی حرام کام نہ کرو کسی نامحرم پر نظر نہ کرو۔ حرام سے اپنے خالی پیٹ کو افطار نہ دو۔ حد سے زائد نہ کھاؤ۔ خوراک کھانے میں اسراف نہ کرو۔ اور ورع یعنی گناہ سے بچنا' اور روزہ جو کہ ماہ رمضان میں رکھنا دواء ہے اور طب الٰہی ہے وہ آپ کا علاج کرے گا آپ کو روحانی بنادے گا۔ آپ سالم ہوجائیں گے تو ذکر خدا کی لذت کا مزہ بھی اٹھا سکیں گے۔ اس وقت جانوں گے کہ **(یا من ذکرہ شرف للذاکرین)** اس وقت دعاء ابوحمزہ کی لذت کا احساس ہوگا۔ اس وقت اپنے آپ کو سمجھ سکو گے۔ رفتہ رفتہ سمجھو گے کہ میں کتنا بے ادب ہوں کہ پروردگار نے مجھ پر کتنا کرم کیا

میری راہنمائی کی مجھ کو راہ دکھائی۔ جب سب ہی نے مجھے چھوڑ دیا مگر اس کا دروازہ میرے لئے پھر بھی کھلا رہا اور میری مدد کرتا رہا۔ اور جب بھی تم کو شیطان کسی حرام معاملہ کی طرف لے جائے تو جلد ہی استغفار کرو تاکہ پروردگار تمہاری مدد کرے اسی طرح تمام حرام میں اس سے مدد مانگو کہ وہ تم کو نجات دے۔ مثل حضرت یوسفؑ کے کہ جب آپؑ نے کہا کہ یا اللہ تو خدا نے ان کے دل کو قوی کردیا۔ اور خدا نے ان کو اس پاکدامنی پر ہوی و نفس پر حاکم کردیا۔ خدا قصہ بتانا نہیں چاہتا بلکہ پروردگار یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اے مسلمان مرد و زن۔ اگر کبھی حرام سامنے آئے تو ہمارے لطف سے پناہ لو اور یا اللہ کہہ کر اس سے چھٹکارا حاصل کرو اگر ابن سعد ملعون اسی رات راہ راست پر آجاتا کہ جس رات پریشانی میں مبتلا تھا کہ ادھر جاؤں یا یہیں رہوں اور یہ کہ خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے حاضر ہوجاتا اور کہتا کہ خدایا تو ہی میری ہدایت کر اور مجھے نجات دے تو پروردگار بھی اسے کربلا جیسے امتحان میں مبتلا نہ کرتا اس لئے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ جو بھی مجھ سے لو لگائے گا تو میں اس کی مدد کروں گا۔ "**یا معین من استعان بہ**" پس اگر ابن سعد بھی استغفار کرتا تو شاید معاف کردیا جاتا مگر کج راہ کو انتخاب کیا اور گناہ عظیم کی دلدل میں پھنس گیا انسان بھی غافل ہے۔ بعد میں پشیمان ہوتا ہے۔ انسان سحر کے وقت اٹھے اور اپنے گناہ گار ہاتھوں سے خدا کی رحمت کی بھیک مانگے کہ (**الٰھی لا تود بنی بعقو بتک ولا تمکر بی فی حیلتک** پروردگار میں نے بہت بے ادبی کی ہر کام خلاف وظیفہ انجام دیا

۔ بندہ ہر مشکل و مصیبت میں استغفار بلند کرے کہ **الی من یذھب العبدالا الی مولاہ** ۔ کہ بندہ تیرے علاوہ اور کہاں جا سکتا ہے۔ مگر پروردگار میں بے حیا اور غافل ہوں جب تجھ سے لو لگانے کا وقت ہوتا ہے اور تجھ سے مدد طلب کرنے ہوتی ہے تو تجھ کو ندیدہ حساب کرتا ہوں۔ لہٰذا مجھے تو جیسی جی چاہے سزا دے سکتا ہے۔ مگر تیرے عذاب سے تو میں بچ بھی نہیں سکوں گا میں ہلاک ہوجاؤں گا اگرچہ تو نے مجھے ادب سکھایا۔ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تھا پروردگار اس ماہ شریف میں رمضان کا واسطہ میری تمام بے ادبی اور تمام گناہوں کو کہ جو گذشتہ گیارہ ماہ سے انجام دیتا رہا ہوں اس ماہ عزیز کے صدقہ میں بخش دے رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کرو۔ اس وقت کی قدردانی کرو وہی دعا کے قبول ہونے کا وقت ہے۔ پروردگار تجھے تیری عزت و جلالت کی قسم مجھ سے جو بھی خلاف بندگی کام ہوئے ان پر معافی کا قلم کھینچ دے۔ اے پروردگار جو بھی تجھ سے معاملہ کرتا ہے وہ فلاح پاگیا اور سیدھی راہ پر رہا عاقبت بخیر ہوئی اس کے لئے۔ اور جس نے شیطان سے معاملہ کیا اس نے اپنے نفس سے معاملہ کیا ہوا و ہوس کا معاملہ کیا جان لو کہ اس کے نصیب میں سوائے حسرت و زیاں اور تکلیف و پشیمانی کے کچھ بھی نہیں۔

امر بالمعروف و نہی از منکر انبیاءؑ و صالحین کی راہ ہے

امر بالمعروف و نہی از منکر انبیاءؑ و صالحین کی راہ ہے واجب کام

اہمیت رکھتا ہے۔ اور یہ معروف و نہی از منکر کے وسیلہ سے واجبات محفوظ اور باقی رہ سکتے ہیں اور ادیان بھی امان میں رہ سکتے ہیں ۔ اسی طرح تمام امور بخوبی انجام پاسکتے ہیں۔ ہر ایک کا حق اس کو ملتا ہے شہر آباد رہتے ہیں۔ اور دشمنوں سے پوچھ گچھ ہوگی ہے اور اسلام کی راہ کھل جاتی ہے۔ وہ افراد کہ جو طبق دستور دیں خود عمل کرتے ہیں۔ اور امر بالمعروف و از منکر نہیں کرتے وہ نیکو کار ہیں مگر معاشرہ و اجتماع میں نابود تصور کئے جاتے ہیں اس لئے کہ ایک اہم واجب کو کہ جو امر بالمعروف و نہی از منکر ہے اس کو ترک کیا ہے۔ اور نئی نسل اور بچے بھی صرف اس وجہ سے ہلاک ہوجاتے ہیں کہ ان کے رہبر و بزرگان نے واجب کو ترک کیا۔ اور اسی سبب سے وہ بھی زد میں آجاتے ہیں۔ پس اس وجہ سے تو اگر کوئی یہ گماں کرے کہ آگ لگی تو ہر خشک و تر جل گیا اور یہ گمان اشتباہ ہے اور یہ مخالفت رکھتا ہے عدالت پروردگار سے۔
عبدالسلام بن صالح نے امام رضاؑ سے سوال کیا کہ کیا وجہ تھی کہ پروردگار عالم نے حضرت نوحؑ کے زمانے میں تمام جہاں کے لوگوں کو غرق کردیا تھا۔ جب کہ اس میں بچے بھی تھے اور بچوں کا کیا قصور تھا؟ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ قوم نوحؑ میں کوئی بچہ موجود نہ تھا اس لئے کہ خدائے عزیز نے اس زمانہ کی عورت و مرد کو عقیم کردیا تھا اور یہ مرض چالیس سال تک برقرار رہا۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب طوفان نوح اٹھا تو اس قوم میں کسی بچہ کا وجود تک نہ تھا۔ لہٰذا خدا کا معاذ اللہ یہ پروگرام نہیں ہے کہ کسی بے گناہ کو بھی یہی عذاب دے۔ اور وہ لوگ کہ جو نوحؑ

کی تکذیب کیا کرتے تھے یا ان تکذیب کرنے والوں کے فعل سے راضی تھے وہ سب غرق ہوگئے۔ پس پتہ یہ چلا کہ جو کوئی بھی کسی واجب کام سے اپنے کو دور رکھے گا تو وہ بھی اسی شخص کی مانند ہے کہ جو حاضر ہے اور اس کو ترک کر رہا ہے۔

نصیحت عجیب اور کاملا" صحیح

یحیٰی بن معاذ رازی نے ایک دن ہارونؔ الرشید کو اچھا موعظہ کیا یہ شخص اپنے علم و وعظ میں مشہو تھا۔ ایک دن ہارون نے کہا کہ اے یحیٰی مجھے کچھ وعظ و نصیحت کرو کہنے لگا کہ اے ہارون اگر کسی دن تیرا گلا بند ہوجائے اور پانی روٹی تیرے حلق سے نیچے نہ اتر پائے پیاس سے تیری بری کیفیت ہو تو ایسے میں تو کیا کرے گا؟ ہارون کہنے لگا کہ آدھی سلطنت دے دوں گا تاکہ میرا حلق کھل جائے۔ یعنی جو بھی میرا حلق صحیح کرے گا تو آدھی مملکت اس کو دے دوں گا۔ یحیٰی کہنے لگا کہ اے ہارون اگر تیرا نیچے کا مقام بھی بند ہوجائے تو کیا کرے گا ہارون کہنے لگا نصف مملکت کو دے دوں گا تاکہ مجھے پریشانی نہ ہو اور راحت سے رہوں یحیٰی کہنے کہنے لگا کہ اے ہارون میں اب سمجھا کہ تیرے مملکت و سلطنت کی کیا قیمت ہے کہ ایک قطرہ حلق سے جاکر خارج ہوجائے۔ پیشاب ایک ایسا موذی مادہ ہے کہ جو تو پانی پیئے گا تو جتنا تیرے بدن کا جزء بنے گا بن جائے گا اور باقی پانی جو زہریلا مادہ ہے اس کو پیشاب کہتے ہیں اور اگر یہ آسانی سے نکل جائے تو اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں آیا یہ کم نعمت ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ جب بھی تم فارغ ہوجاؤ بیت الخلاء سے (ٹوائلٹ سے)

تب بھی تم خدا کو نہ بھولو۔ اور بلند ہو کر اپنے شکم پر ہاتھ پھیرو اور کسی بھی زبان میں خدا کا شکر بجالاؤ کہ پروردگار شکر ہے تیرا کہ تونے اس اچھی خوراک کو میرے بدن کا جزء قرار دیا اور کثیف اور بدبودار کو آسانی سے خارج کردیا۔ اگر خدا نہ چاہے تو کسی چیز سے بھی اس پلیدی کو دور نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا خدا کو ہر وقت یاد رکھو۔ اور جب انسان کو خدا کو ہر وقت یاد کرنے کا ملکہ ہو جائے تو ایسے شخص کے لئے بشارت ہے۔

محشر میں بھی سب اپنے نامہ اعمال کو بسم اللہ کہہ کر پڑھیں گے

قیامت کے دن ہر مومن کے ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال ہوگا اور قرآن بھی کہتا ہے کہ ہر فرد اس دن اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۵) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایسے کام کرو کہ جس کو تم روز قیامت پڑھ سکوں۔ مومن کے ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا اور پڑھنے کا حکم کیا جائے گا۔ اور کیونکہ اس مومن کو دنیا میں یہ ملکہ ہوگیا تھا کہ وہ ہر گھڑی خدا کی یاد میں تھا چلتے اور بیٹھے خدا کو یاد کرتا تھا سوتے اور جاگتے خدا کی یاد میں تھا لہٰذا قیامت میں بھی اس کی یہ عادت ہوگی اور اپنے نامہ اعمال پڑھتے وقت وہ ذکر الٰہی کرے گا اور نامہ اعمال پڑھے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے گا۔ لہٰذا وہ دیکھے گا کہ اس کے تمام گناہ معاف کردیئے گئے۔ بارگاہ خدا میں

عرض کرے گا کہ پروردگار شاید اشتباہ ہوگیا ہے (معاذ اللہ) میں تو خود جانتا ہوں کہ میں نے گناہ بھی کیے ہیں مگر اس نامہ اعمال میں میرے گناہ نظر نہیں آتے۔ آواز قدرت آئے گی کہ اے میرے بندہ تونے مجھ کو رحمن اور رحیم کہہ کر یاد کیا ہے لہٰذا میں کیونکر تیرے گناہوں کو تیرے نامہ اعمال میں باقی رکھ سکتا ہوں۔ یا اللہ

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہوں کہ یہ ہی مومن جب پل صراط سے گزرے گا تو کیونکہ اس کی عادت اور ملکہ تھا کہ ہر وقت خدا کو یاد کرتا تھا اب وہ ملکہ یہاں بھی ہے لہٰذا جب پل صراط پر آئے گا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے گا تو آتش بھی اس سے پناہ مانگے گی اور فرار کرے گی۔ پروردگار ہم کو توفیق دے کہ ہم ہر حال میں اس کو یاد رکھیں اور اسے فراموش نہ کریں۔ اور ہر حال میں اس کو حاضر و ناظر جانیں اور اس کے لطف و نعمتوں کو فراموش نہ کریں تاکہ خدائے کریم بھی تجھ کو فراموش نہ کرے۔ قبر میں لٹاتے وقت، موت کے وقت ہر آن سختی میں مدد کر کہ کوئی مخلوق بھی ان چیزوں سے نہیں چھڑا سکتی۔

زیارت امام حسینؑ شب جمعہ پڑھنا

آج کی رات شب جمعہ کی رات ہے بہترین عمل کو آپ فراموش نہ کرجانا اور وہ زیارت امام حسینؑ ہے۔ روایت میں ہے کہ امامؑ جعفرصادقؑ سے پوچھا گیا کہ آقا زیارت امام حسینؑ کی جو اتنی فضیلت ہے لہٰذا وہ افراد کہ جو دور ہیں اور جو روضہ امام حسینؑ کی زیارت نہیں

کر سکتے تو وہ کیا کریں آیا ان کے لئے بھی کچھ ہے؟ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے کھڑے ہو جاؤ اور قبر امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے تین مرتبہ کہو کہ صلی اللہ علیک یا ابا عبداللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور شہداءؑ کربلا کا بھی اضافہ کرو اور کہو کہ **وعلی الا رواح التی حلت بفنائک السلام علی الحسین وعلی علی بن الحسین** (از کتاب معارفی از قرآن صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

بہشت کی نعمتوں سے بھی بالا ترین روحانی نعمتیں

بحار الانوار میں امامؑ سے روایت ہے کہ امام نے فرمایا کہ بہشت کی تین نعمتیں بہشت کی نعمتوں سے بالا تر ہیں۔ پہلی نعمت ان روحانی نعمتوں میں سے کہ جو مومن کو دی جائے گی وہ یہ ہے کہ جو بھی بہشت میں ہے تو اس بہشتی کے گھر سے اس کا اتصال محمدؐ و آل محمدؐ کے گھر سے ہوگا اور یہ اتصال اس طرح ہے کہ درخت طوبا علیؑ کے گھر میں ہوگا اور اس کی شاخیں اس مومن کے گھر میں ہوگی۔ دوسری نعمت "رضوان میں اللہ اکبر" کہ جب ندا آئے گی کہ "رضی اللہ عنکم" کہ اے مومنین خدا تم سے راضی ہے تو ان مومنین کے دل شاد ہوں گے کہ یہ نعمت بہشت کی نعمتوں سے بھی بالا تر ہوگی کہ بندہ خدا سے راضی اور خدا بھی بندہ سے راضی۔ اور اس مقام رضا کو کوئی اس وقت نہیں سمجھ سکتا کہ جب تک مقام رضا تک نہ پہنچے۔ اور یہ مقام رضا واقعی کیا مقام ہے! اور یہ ایسی بہشت ہے کہ اس سے بالا تر تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ تیسری بہشت کی

نعمت یہ کہ جب بہشتیوں کو بہشت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس وقت مامورین الٰہی موت کو ایک گوسفند کی شکل میں ممثل کریں گے کہ جو سفید و کالے رنگ کا ہوگا۔ البتہ موت امر معنوی ہے یعنی موت کو مصور کریں گے اس صورت میں اور بہشت و جہنم کے درمیان اس کو ذبح کریں گے۔ اور کہیں گے کہ اے بہشتیوں اس بہشتی نعمت کو تم سے نہ لیا جائے گا۔ آیا اس سے بہتر لذت ہوسکتی ہے؟ کیوں لوگ اس قدر دنیا کی عیش و عشرت میں پڑے ہیں جبکہ تمام چیز فانی ہے۔ بزرگ ترین بشارت بہشتیوں کے لئے اور سخت ترین اور وحشت ترین خبر جہنمیوں کے لئے یہ ہے کہ ان کو موت نہ آئے گی **ذالک ھوالفوز العظیم**" اور یہ ایک بڑی کامیابی ہے واللہ جو بھی آپ کے پاس ہے۔ اگر خدا کی راہ اور بہشت کی راہ میں دے دو تو بھی کم ہے۔ ماہ و متاع دنیوی تمام ہوجائے گا کتنے خوش نصیب ہیں وہ افراد کہ جو بہشت میں مقام رکھتے ہیں اور فوز عظیم ان لوگوں کے لئے ہے کہ جو باقی رہے گا یعنی جو چیز باقی رہے گی جس کو فناء نہیں وہ بہشت ہی ہے۔ اب جبکہ بات یہاں تک پہنچی تو اسی مناسبت سے ایک حدیث آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

فضائل علیؑ باعث کفارہ گناہان ہے

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت علیؑ کے فضائل سنے تو یہ اس کے کانوں کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اور جو بھی حضرت علیؑ کے فضائل

کو لکھے تو جب تک وہ نوشتہ موجود ہے اس کے لئے حسنہ ہے آیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی معاملہ ہو سکتا ہے۔ ذلک ھوالفوز العظیم

شب قدر اور گناہگاروں کے توبہ مانگنے کا منظر

شب قدر اذان صبح تک ملائکہ بغیر کسی فاصلے کے آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے آتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایسے حقائق ہیں کہ جو اسرار میں سے ہیں اور اسی اذن کی حکمتوں میں سے ایک یہ کہ ملائکہ عالم اعلیٰ شب قدر میں زمین پر آتے ہیں اور جو چیز کسی بھی دوسرے عالم میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ گناہگار اپنی مغفرت کی بھیک مانگتے ہیں نالہ و آہ و بکاء کے ساتھ ملائکہ اس کو مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایسی آہ و زاری تو کہیں بھی نہیں ہے کہ جیسی اس کرہ ارض پر ہے اور وہ بھی جب تک زندہ ہے اگر اسی عمر کی قدر کو جان لیں تو کیا ہی اچھا ہے۔ اور شاعر کہتا ہے کہ

ہر نفس ز انفاس عمرت گوہریست
آن نفس سوی خدایت رہبریست

جب گھر میں قدم رکھو تو قبر کو یاد کرو

رمضان کا مہینہ تمام ہوا چاہتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے اس سے کیا حاصل کیا اس قدر دنیا میں سرگرم نہ ہو جاؤ۔ جو چیز بھی تمہیں یاد

خدا سے روکے اس کو تم خود ہی چھوڑ دو اور موت کو قریب جانوں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب بھی تم گھر میں قدم رکھو تو اپنی آخری منزل یعنی قبر یاد کرو اس لئے یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم کو قبر میں اتارا جائے گا۔ گھر میں تو تم خود اپنے اختیار سے قدم رکھتے ہو مگر وہاں تمہیں بغیر اختیار کے اتارا جائے گا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ جب بھی گھر میں جاؤ تو اپنی قبر کو یاد کرو اور جو بھی اس بات کا ملتزم ہو جائے اور اس چیز کا پابند ہو جائے تو وہ اپنی زوجہ سے کیونکر جھگڑا کر سکتا ہے۔ لہٰذا تمام جدال اور جھگڑے صرف غفلت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ جب اپنے گھر سے باہر نکلو تو تصور کرو کہ ایک دن تمہارے جنازہ کو اسی طرح لوگ باہر لے کر نکلیں گے اگرچہ ابھی گھر سے تم اکیلے ہی نکلے ہو۔ پروردگار تو ہی ہم کو موت سے پہلے ہوش دے دے۔

موت کو یاد کرنا سخت دل کا علاج ہے

قساوت اور سختی دل کا علاج موت کو یاد کرنا ہے۔ اے لوگوں تم قساوت قلبی سے ڈرتے ہو۔ جبکہ اس کا علاج موت کو یاد کرنا ہے۔ بعض بزرگان قدیم وقتوں میں اپنے گھروں میں اپنی قبر بنوا لیا کرتے تھے تا کہ قبر انکی نگاہوں کے سامنے رہے۔ مجللہ علویہ نفیسہ سلام اللہ علیہا کہ جن کی قبر شریف مصر میں ہے۔ آپ علوی ہیں اور امام حسن مجتبیٰؑ سے آپ کا واسطہ ملتا ہے۔ آپ کے حالات میں تحریر ہے کہ آپ نے ایسی قبر تیار کروالی تھی دن کو قبر میں جا کر اس میں قرآن پڑھتی تھیں۔ کیا کہنے اس

انسان کے کہ جو اپنی ہی قبر میں جا کر قرآن کی تلاوت کرے۔ اور آپ نے چھ ہزار مرتبہ قبر میں قرآن ختم کیا اس طرح کی بھی عورتیں اس جہاں میں وجود رکھتی ہیں ہاں بعض عورتیں ایسی ہیں کہ جو تو شرف مردوں پر فضیلت رکھتی ہیں کونسا ایسا مرد ہے کہ جو اس قسم کی عورت کا مقابلہ کرے کہ اپنی قبر کھود کر اس کی زیارت کو جائے۔

ابن بطوطہ کے سفرنامہ کا ایک واقعہ

ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ میں شیراز میں تین دن ٹھہرا۔ یہ تین دن میں جامع مسجد عتیق شیراز میں رہا۔ لوگ اس مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ مسجد جامع عتیق شیراز کے جنوب میں (یہ واقعہ چھ یا سات سو سال پرانا ہے) ایک بازار ہے کہ اس جیسا بازار میں نے نہیں دیکھا تھا مگر مسجد جامع اموی کے جذب میں ایک بازار حمیدیہ ہے اس جیسا خوبصورت بازار اور باشکوہ بازار علاوہ شام کے میں نے نہیں دیکھا۔ اس بازار میں (کہ جو اب حاجی شیراز کے نام سے مشہور ہے) میری نگاہ ایک دکان پر گئی کہ وہاں ایک شخص نورانی' اہل تقوی' ظاہر اصلاح وہاں بیٹھا ہوا قرآن پڑھ رہا ہے میں اس کے پاس گیا اور اس کو سلام کیا اس نے میری پذیرائی کی میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کرتے ہو۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں تجارت کرتا ہوں جب بھی کوئی گاہک نہیں آتا تو میں قرآن پڑھنے لگتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے بچھے ہوئے فرش کو ہٹا کر کہا کہ وہاں دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک قبر بنی ہوئی

ہے تو وہ کہنے لگا کہ یہ قبر میری ہے میں اس قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھتا ہوں اور اس قبر کو میں نے دکان میں بنایا ہے تاکہ میں اس دنیا کے دھوکہ میں نہ آؤں۔ اور میں نے وصیت کی ہے کہ جب بھی میں مرجاؤں تو مجھے اسی جگہ دفن کیا جائے کہ جہاں قبر کھدی ہے۔ اور پھر جو بھی قبر پر آئے تو قرآن بھی پڑھے۔ اور خود انسان اپنی قبر پر حالت سکون سے ایک سورہ پڑھے تو یہ بہتر ہے اس ختم قرآن سے کہ جو قاری پڑھتے ہیں۔

اپنی روح کو پاک وصاف رکھو

یاد رکھئے کہ آپ کی جان ایک عظیم گوہر ہے کہ جو بدن کے نظام کو چلاتی ہے اور یہ روح تمام ادراک او عوالم کی سیر کرتی ہے۔ لہٰذا انسان اپنی قدر و قیمت جانے اور آج ہی سے تہذیب نفس کرے تاکہ کل یہ نفس اس عالم کی سیر کرسکے۔ عورتیں اپنے آپ کو بنا سنوار کر رکھتی ہیں اور یہ سنگھار بھی اپنے شوہر کے لئے کم اور غیروں کے لئے زیادہ ہوتا ہے یاد رکھئے کہ حضرت فاطمہ زہرا آپ کے اعمال کو دیکھتی ہیں نہ کہ آپ کے ظاہر کو۔ انسان کی تو شکل حیوانی ہے اگر خوشکلی ہی کو دیکھنا ہے تو مور بھی خوشکل ہے۔ لہٰذا تمہیں یہ سولہ سنگھار زیب نہیں دیتے۔ تمہاری حقیقت تو اصل روح ہے اس روح کو زینت دو۔ کبھی یہ ہی انسان وحشی حیوان کی شکل اختیار کرلیتا ہے بلکہ بعض اہل عقل نے کہا ہے کہ ایسی حالت میں ایک قسم کی بو انسان میں پیدا ہوجاتی ہے اور اب کوئی ہزار مثقال عطر و پرفیوم بھی چھڑکے تو فائدہ نہیں ہے بلکہ کبھی تو ایسا بھی ہوتا

ہے کہ کوئی انسان کوئی جھوٹ بولے تو ایک گندی بو اس کے دھن سے نکل کر دور جاتی ہے تو اس بو سے عرش کے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہی اور ملائکہ اس انسان پر لعنت کرتے ہیں اگر وہ شخص ظاہر میں کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو پس جتنی بھی جلدی ہوسکے انسان اپنی ذات کو پاک وصاف رکھے۔ اپنے خوشکل ہونے پر نگاہ نہ کرو۔ بلکہ اپنے جمال حقیقی کو حاصل کرو اور وہ جمال جمال محمدیؐ ہے اور جو بھی محمدیؐ ہوگیا تو اس کی روح کو جمال حقیقی نصیب ہوگیا اس لئے روح کے لئے بھی لباس کی ضرورت ہے اور وہ لباس لباس آتش نہ ہو۔ اگر تم ستمکاروں کے باطن کو دیکھو تو حقیقت میں آتش کے لباس میں وہ لوگ جل رہے ہیں۔ اور ان کا سب کچھ خواہ وہ خوراک ہو لباس ہو بستر ہو اوپر سے نیچے تک' اور فرش و مکان تمام آتش ہے۔ پس انسان اپنی قدر جانے اپنی روح کی اصلاح کرے پاک وصاف رکھے قبل اس کے کہ اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کرے۔

دنیا تم کو یاد خدا سے غافل نہ کردے

قرآن کہتا ہے کہ دنیا تم کو سرگرم نہ کردے (سورہ منافقون آیت ۹) اس قدر اس دنیا کی رنگ رنگینیوں میں نہ کھونا کہ تم اپنے آپ سے بھی غافل ہوجاؤ۔ (سورہ تکاثر آیت ۲ اور ۳) ایسا نہ ہو کہ کہیں تم مال و دولت کے سمیٹنے میں لگے رہو اور موت بھی آن پہنچے۔ دنیا کے فریب میں نہ آنا جہاں تک ہوسکے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ آپ جو کہ اس وقت

روزہ دار ہیں اور وہ کہ جنہوں نے روزہ نہ رکھا ان میں فرق و امتیاز ہونا چاہئے کہ یا تو وہ مردہ ہیں یا تم؟ ایسا نہ ہو کہ دنیا کے فریب میں آجاؤ اور جوانی تم سے چلے جائے اور پھر روزہ نہ رکھ سکو۔ جان لو کہ قیامت دو ٹوک حساب کا نام ہے۔ یہ مال و دنیا سب یہیں پر رہ جائے گا مرنے کے بعد جو چیز کام آسکتی ہے وہ آپ کا عمل ۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ پروردگارا اگرچہ میں نے اپنے تمام اعمال کا جائزہ لیا ہے مگر اس عمل کو جیسا ہونا چاہئے تھا ویسا نہ ہوا اب صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ تیرا فضل و کرم میرے شامل حال ہوا اب چارہ یہی ہے کہ دست گدائی بلند کروں اور کہوں کہ یا کریم العفو۔

ایک گھنٹہ کا ایمان بھی برائی سے دور رکھتا ہے۔

اپنے لئے بطور نمونہ ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اوائل بعثت رسولؐ خدا۔ ایک شخص کہ جس کا نام فضالہ بن عمیر تھا دانا اور پڑھا لکھا تھا مگر کچھ اعمال میں کجی رکھتا تھا۔ ابتداء رسولؐ سے بھی بہت بدبین تھا۔ ایک دن اس نے یہ پروگرام بنایا کہ اچانک رسولؐ خدا کو مسجد الحرام تک .لے جائے اور پھر وہاں آپؐ کے ساتھ مکاری کرے۔ رسولؐ نے اس کو جب بیت الحرام میں دیکھا تو فرمایا کہ انت فضالہ، یعنی تو فضالہ ہے تو اس نے کہا کہ نعم، ہاں میں ہی فضالہ ہوں۔ رسولؐ نے فرمایا کہ ماذا قصدت، تیرا قصد کیا ہے۔ رسولؐ نے اس کی اس فکر اور سوچ کو درک کرلیا اور جو کچھ وہ سوچ کر آیا تھا اس کو بتا دیا

فضالہ کہنے لگا کہ میں تو طواف کے لئے آیا ہوں۔ پیغمبرؐ نے ایک مرتبہ تبسم فرمایا اور استغفراللہ کہا۔ اور فرمایا کہ تو شیطانی فکر رکھتا ہے کسی کو قتل کرنا یہ وحشی گری ہے۔ یہ سنتے ہی وہ کانپنے لگا۔ رسولؐ نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا تو حرارت ایمان سے نیچے گر پڑا اور فوراً" کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ اور ایمان حقیقی لے آیا۔ اس کو کہتے ہیں مومن اور حقیقت ایمان۔ صرف زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہا اور پھر مردم کشی کرنا یہ اسلام کے خلاف ہے۔ جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہا تو وہ اب آزاد ہوگیا مگر یہ آزادی وہ آزادی نہیں کہ جو عین اسلام کے خلاف ہے بلکہ یہ آزادی وہ ہے کہ جو دوسروں کے آگے سر جھکانے سے روکتی ہے اور جب کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون تو گویا اپنے وظائف اور ڈیوٹی کا اعلان کر رہا ہے کہ اگر میں کوئی گناہ انجام دوں گا تو اپنے پروردگار کے سامنے شرمسار ہوں گا۔ اس لئے کہ مجھے اسی کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے۔ کیا آپ نے یہ سوچ لیا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کہہ دیا بس کام تمام اور اب کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اب جو چاہے کروں۔ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ تمام چیز لا الہ الا اللہ میں ہے۔ کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں کہ جو ظاہری مسلمان ہیں مگر انہوں نے اپنی بندگی کو نہ پہچانا۔ کسی وظیفہ کو اپنے لئے نہ پہچانا، جبکہ یہ ایک بالاتر مقام ہے کہ انسان اپنی بندگی کو پہچانے اور وظیفہ شناس ہو۔

غرض کہ یہ شخص فضالہ جب صدق دل سے ایمان لایا اور مسلمان

حقیقی ہوا تو ایک مرتبہ مکہ کے کسی کوچہ سے گذر رہا تھا اس فضالہ کی ایک فاحشہ عورت سے رفاقت بھی تھی اچانک اسی کوچہ میں اس فاحشہ سے آمنا سامنا ہوا تو اس مرد مومن نے اس سے منہ موڑ لیا اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ وہ فاحشہ عورت فضالہ کو آواز دیتی رہی اور کہنے لگی کہ تجھے کیا ہوگیا ہے تو تو میرے ساتھ پرانی رفاقت رکھتا تھا اب تجھے کیا ہوا۔ فضالہ کہنے لگا کہ اب وہ رفاقت ختم ہوگئی اس لئے کہ میری راہ اب وہ راہ نہیں بلکہ میں نے ایسا راستہ اختیار کیا ہے کہ جو اس رفاقت سے منافات رکھتا ہے عورت کہنے لگی کہ تونے ایسا کونسا راستہ اختیار کیا ہے کہنے لگا کہ میں محمد مصطفیٰؐ کا تابع ہوگیا ہوں اور جو بھی محمدؐ کا پیروئے حقیقی ہوجائے تو اسے فاحشہ سے کیا کام۔ یقین جانئے کہ جب انسان صدق دل سے ایمان لے آئے تو وہ اس قدرت باطنی کا یقین کرلیتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی از منکر خودنمائی کے لئے نہ ہو

بسا اوقات انسان امر بالمعروف و نہی از منکر کرتا ہے مگر گمان یہ کرتا ہے کہ میں نے ایک اہم واجب کو انجام دیا۔ جبکہ یہ عمل اس کا فقط شہوت، خودنمائی، بزرگواری یا کسی مخالف اسلام سے انتقام لینے کی وجہ سے تھا۔ تو ایسا شخص نہ خود نفع اٹھا سکتا ہے اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے کہ حقائق کے ذریعہ ہی انسان اجتماعات کو راہ راست اور ہدایت پر لا سکتا ہے اور روح کو پاک کرسکتا ہے۔ مگر الفاظ

بے مغز اور کلمات خشک خودنمائی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ انسان کی اس عطش کو سیراب نہیں کرسکتے۔ اسی لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کئی مقامات پر اخلاص عمل کی دعوت دی ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ تم جو بھی کام انجام دو' چاہے گھر بناؤ چاہے درخت کاری کرو وغیرہ تو تمہارا ہر کام فقط خدا کے لئے ہو لہذا رسولؐ نے نیک نیتی پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا کہ عمل کا تعلق نیت سے ہے اور جس کی نیت پاک و صاف ہے تو وہ نتیجہ قصد تک بھی پہنچ جائے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ کا جو مرتبہ اور ثواب ہے اگر یہ قبول ہوجائے اور مرنے والے مجاہد کا قصد خالص بھی ہو تو وہ نفع بھی پاتا ہے اور اگر لڑائی میں قصد ہی خالص نہ ہو تو وہ فائدہ نہیں رکھتی اس لئے کہ جو کام بھی خدا کے لئے نہ ہو اگرچہ وہ تمام جہانوں کے لئے ہو تو وہ نتیجہ نہیں رکھتا۔ عمرو عاص شیطان نے نجاشی سے مخاطب ہوکر کہا تھا کہ میں نے اے نجاشی تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ مسلمان تجھ سے بدبین ہیں تونے دیکھا کہ انہوں نے سجدہ تک نہ کیا۔ تو ایسے افراد کو یا تو جہاد شخصی سے یا امربالمعروف و نہی از منکر دیگر سے سمجھانا چاہئے۔ نقل ہوا ہے کہ میدان جنگ میں کوئی مسلمان کسی کافر کے ہاتھوں مارا گیا اور مسلمان کے درمیان اس مسلمان نے "قتیل الحمار" کے نام سے شہرت پائی۔ اس لئے کہ وہ مسلمان اس جنگ میں اس کافر سے اس قصد پر لڑا تھا کہ اس کافر کو یہ قتل کردے اور اس کے گدھے پر قبضہ کرلے مگر خود قتل ہوگیا اور اپنی نیت کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص رسولؐ کے اصحاب کے ساتھ جنگ پر گیا

اور جنگ کے لئے اس نیت سے گیا تھا کہ اس کفار کے لشکر میں جو فلاں حسین عورت ہے اس کو اپنے قبضہ میں کرلے اور اس سے شادی کرے۔ اس عورت کا نام "ام قیس" تھا تو اس شخص نے اصحابؓ رسول کے درمیان مسافر ام قیس کے نام سے شہرت پائی۔ یعنی اس کا یہ جہاد گویا ام قیس کے لئے ایک سفر کی حیثیت رکھتا تھا۔

نجاشی کے دربار میں مہاجرین کی حکمت عملی

اوائل اسلام میں مسلمان سخت مشکل میں مشرکین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ناچار انہیں وہاں سے ہجرت کرنی پڑی۔ مہاجرین نے حبشہ میں پناہ لی۔ مشرکین نے نجاشی کے پاس اپنے آدمی بھیجے تاکہ مہاجرین کو ان کے حوالے کیا جاسکے۔ عمرو عاص نجاشی کی داہنی طرف بیٹھا اور عمارہ بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ اس زمانہ کے آداب سلطنت میں سے یہ تھا کہ جو بھی دربار میں داخل ہوتا تو پہلے وہ سلطان کو سجدہ کرتا یہ دو فرستادہ مشرکین بھی دربار میں آئے سجدہ کیا اور نجاشی کے پہلو میں جاکر بیٹھ گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کہ جو حضرت علیؑ کے بھائی تھے مہاجرین کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے اور فقط یہ کلمات کہے کہ "السلام علی من اتبع الھدی" جب ان مشرکین نے یہ حالت دیکھی تو نجاشی سے کہنے لگے

دیکھو انہوں نے تمہیں سجدہ تک نہ کیا نجاشی نے کہا کہ تم خود ان سے سوال کرو کہ تم نے ملوکانہ ادب کی رعایت کیوں نہ کی؟ حضرت جعفرؓ سے انہوں نے سوال کیا کہ تم نے کیوں آداب سلطنت کا خیال نہ کیا؟

حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان یہ حق نہیں رکھتے کہ وہ کسی غیر خدا کے سامنے سجدہ کریں۔ (سورہ انعام آیت ۷۹) سلطان اس سے کہیں کمتر اور چھوٹا ہے کہ ہم اس کو سجدہ کریں۔ سلطان تو ہماری ہی طرح عاجز ہے ہماری طرح بشر ہے۔ ہر دو خاک سے ہیں اور ہم سب محکوم ہیں اس احکام خداوندی کے اور ہم سب کو اسی کی بارگاہ میں محکمہ عدل الہٰی میں حاضر ہونا ہے۔ حرام ہے ایک مسلمان کے لئے کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرے۔ جو بھی خدا کے لئے کام کرے تو خدا بھی اس کے کام کو پورا اور آسان کرتا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے اس گفتگو سے نجاشی کو مرعوب کردیا۔ اور پوری مجلس کا پاسا ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ نجاشی نے یہ سن کر ان مہاجرین کی تائید کی اور کہا کہ جس اسلام کے یہ پرو ہیں حقیقی اسلام یہی ہے اور حقیقت اس پر روشن ہوگئی اور بعد میں اسلام بھی لے آیا تھا ان دو فرستادہ مشرکین نے کافی بہانے اور کوشش کی کہ مہاجرین کو ہمارے حوالے کردیا جائے مگر نجاشی کے دربار سے ناکام اور مایوس ہو کر نکلے۔ اور نجاشی نے نہ صرف یہ کہ ان کو حوالے نہ کیا بلکہ ان مہاجرین کے رہنے اور کھانے پینے کا بھی بندوبست کیا۔ (سورہ انعام آیت ۱۶۲) پس پتہ چلا کہ حیات طیبہ ایمان وہ قدرت ہے کہ مومن کے پیروں میں کوئی چیز بھی تزلزل پیدا نہیں کرسکتی اور نہ کسی کی خوشامد کرتا ہے اور نہ حق کو چھوڑتا ہے اگرچہ ہزار مشکلیں اس پر ٹوٹ جائیں۔ اور مومن شہرت' ریاست ' عورت و متاع تمام سے چشم پوشی کرلیتا ہے۔ اور راہ حق میں اذیت اور جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے

سے دریغ نہیں کرتا۔

مظاہر تمدن بعنوان وحشی گری

یہاں دنیا یعنی زندگی بسر کرنا خاک کے درمیان دلالت سے مرتے دم تک علاوہ ان اعمال کہ جو انسان راہ حق میں انجام دیتا ہے۔ دنیاوی امور کو پانچ چیزوں کے تحت عنوان کیا گیا ہے اور واجب یعنی بازی اور بیہودہ گفتگو' زینت اور تفاخر بھی حسب و نسب میں آپس میں فخر کرنا' اور پانچویں یہ کہ اموال اور اولاد کی زیادتی پر نازاں ہونا' بھی بشر احمق چاہتا ہے روپیہ جمع کرنا اور اولاد زیادہ کرے اور وسائل زندگی زیادہ سے زیادہ مہیا کرے دامن زندگی مادی اور دنیا وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے یعنی سب کچھ وہ دنیا ہی کو سمجھتا ہے اور اس کی عیش و عشرت کو دائمی سمجھتا ہے۔ ایک جوان نے کل ہی مجھ سے سوال کیا شاید کہ بعض افراد کے ذہنوں میں بھی وہ سوال ہو لہٰذا مناسب یہ ہے کہ میں سب کے سامنے جواب دوں۔ سوال یہ تھا کہ لہو و لعب یعنی کھیل کود کی جو آپ نے مثال دی ہے فٹبال اور ورزش' بوکسنگ' سینما' ٹیلی ویژن پس اس بنا پر آپ نے تمام مظاہر تمدن کو رد کردیا اور سب کی نفی کردی؟ جواب یہ ہے کہ وہ جوان سوال کرنے والا اس مطلب کے مفہوم کو نہ سمجھ سکا۔ اس کہ یہ سب چیزیں ظاہرا" تمدن ہیں مگر درحقیقت وہ وحشی گری ہے۔ ایا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ شہواتی فلم وغیرہ مظاہر تمدن ہے۔ وحشی ی اس سے بدتر کچھ اور ہو سکتی ہے! مکرر میں یہ تعبیر کرتا رہا ہوں کہ

ایک انسان اسی وحشی گری سے باہر نکلے نہ یہ کہ گھر کی عورتیں اور مرد اس قسم کی فلم کو دیکھے اور ننھے معصوم بچے بھی ہمراہ ہوں۔ اور اس چیز کو تو اخبار اور مجلہ بھی چیخ چیخ کر لکھتے ہیں نہ یہ کہ یہ میں ہی کہہ رہا ہوں یا کسی پر تہمت لگا رہا ہوں خدانخواستہ' خود آپ لوگوں نے سنا ہوگا مشاہدہ کیا ہوگا کہ اس وقت جتنی برائیاں بھی اس معاشرہ میں موجود ہیں وہ ٹیلی ویژن اور سینما کی سکھائی ہوئی اور بتلائی ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ جب کوئی کیس کسی پولیس یا کورٹ میں جاتا ہے اور اس کیس کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے کہ اس کا سرچشمہ کہاں سے تو تحقیق اور بازجوئی کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں نے جو بھائی یا ماں یا زوجہ کے ساتھ جو یہ سلوک کیا یا قتل کیا تو اس کا نشاء وہ فلم تھی کہ جو اس آغازادہ نے ٹیلی وژن پر دیکھی تھی اور اس سے متاثر ہو کر تحت تاثیر قرار پایا اور یہ عمل انجام دیا یا مثلا بوکسنگ وغیرہ یہ وحشی گری ہے یہ تمدن نہیں ہے یہ آدمیت اور انسانیت سے دور کی باتیں ہیں۔ پس پتہ چلا کہ اول تو ان کو مظاہر تمدن کا نام دینا غلط ہے یہ ایسا کلمہ ہے کہ جو برخلاف واقع و حقیقت ہے۔ علاوہ اس کے مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں حرام ہیں یعنی مقصد یہ نہیں کہ یہ تمام چیزیں حرام ہیں میں نے مثال فقط لہو و لعب کی دی تھی۔ اور حکم فقیہہ مختلف اگر فرق کرتا ہے اور عنوان خاصی پیدا کرے وہ مسئلہ تو وہ از عناوین محرمہ سے ہوگا اور حرام کہلائے گا۔

کون سے کھیل حرمت رکھتے ہیں

مثلاً "یعنی کھیل قمار ہیں اب اگر وہ آلات قمار کے ساتھ کھیلے جا رہے ہیں تو بلاشک حرام ہے۔ جس نوع کا بھی قمار ہو اگرچہ اس میں کسی چیز کو نہ بھی رکھا ہو (یعنی روپیہ و مال وغیرہ) تب بھی حرام ہے۔ اور وہ کھیل کہ جو غیر از آلات قمار سے ہیں پس اگر اس میں جیتنے والے کے لئے مال وغیرہ معین کیا ہو تو وہ بھی حرام ہے مثلاً" سائیکل ریس میں یہ کہا جائے فلاں وقت میں جو بھی فلاں مقام پر پہلے پہنچے گا تو وہ فلاں مقدار میں مال پائے گا یعنی ہارنے والا جیتنے والے کو فلاں مقدار مال کی دے گا لہٰذا اس قسم کے تمام کھیل کہ جس میں عوض رکھا جائے تمام حرام ہے۔ البتہ چند سال قبل اس قسم کی شرط لگائی گئی ہے کہ جو بھی تین کلو آئسکریم کھائے گا اسے سو روپیہ دیا جائے گا ان میں سے ایک آدمی نے کھائی اور ۱۰۰ روپیہ جیت گیا تو یہ عیب نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے عناوین محرمہ اگرچہ اس میں نہ آلات قمار ہو اور نہ جیتنے والے کے لئے کوئی رقم ہو لیکن بہ عنوان دیگری حرمت پیدا کرلیتے ہیں۔ مثلاً" یہ کھیل کھیلا جائے کہ کسی غیر کو اذیت کی جائے تو یہ بازی حرام ہے اب اگرچہ وہ خود کو اذیت کرے یا دیگر کو تب بھی یہ بازی حرام ہے یا مثلاً" کشتی یا بوکسنگ لڑنا بالاخر یا تمہارا ہاتھ ٹانگ ٹوٹے گی یا تمہارے حریف کی یا تیرا جسم عیب دار ہوگا یا اس کا بدن بالاخر تم میں سے کوئی ایک بلا میں مبتلا ہوگا۔ ایک دوسرے کو بے دردی سے مارنا یہ حیوانی فعل ہے۔ میری غرض وہ کھیل ہیں کہ جس میں ضرر ہو جائے خود کو یا دوسرے کو ہر دو

صورتوں میں حرام ہیں۔ البتہ فٹبال وغیرہ کہ جس میں اگر ضرر نہیں ہے تو مانع نہیں ہے لیکن اگر اسی فٹبال میں کسی کو ضرر ہو یا دوسرے کو ضرر ہو تب بھی عنوان حرمت پیدا کرلیتا ہے۔ بلکہ اس طرح کرکے کہوں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہ نہ کہو کہ ہم نے کہا کہ فٹبال کھیلنا حرام ہے اور ضرر و زیان ں میں نہ ہو تو عیب نہیں ہے۔ اگر اس کھیل میں غرض عقلائی موجود ہے تو کھیل خوب ہے مثلاً " اس وجہ سے کھیل رہا ہے کہ انکی کی صحت اور ورزش کے لئے خوب ہے۔ اور رہی بات خود سینما کی تو خود سینما حرمت ذاتی نہیں رکھتا، یعنی اگر کسی کو سینما میں کسی کام سے جانا پڑے تو حرام نہیں ہے لیکن اگر اس میں جو فلم چلائی جارہی ہے اور اس میں فحش اور اسی قسم کی بات ہے تو بلاشک حرام ہے۔ اور وہاں جانا بھی حرام ہے وہاں بیٹھنا اور دیکھنا سب حرام ہے پس اگر سینما میں اس قسم کی فلم کا اجراء ہو کہ ہم باہر سے گزریں اور وہ اس قسم کی تبلیغات کریں تو خدا کی لعنت ہو اس کے بنانے والوں پر، سیکس تصاویر اور فلم کہ جن کو دیکھ کر آدمی شرم میں ڈوب جاتا ہے اگر اس میں ذرا سی بھی ا نیت ہے پس اگر اس قسم کی فلم اور سینما کا اجراء ہو تو خدا کی لعنت ہو بنانے والے اور دیکھنے والے پر کوئی یہ نہ کہے کہ جو سینما رکس (فحاشی) دیکھنے جاتے ہیں (جیسا کہ بعض شاہ کے زمانے میں آبادان شہر رکس دیکھنے گئے تھے) پس ان کا یہ رکس دیکھنا حرام ہے پس ان کا قتل بھی جائز ہے۔ نہیں! اس قسم کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔ ادھر ادھر کا جوڑ مت جوڑا کرو۔ پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ جو فلم دکھائی گئی ہے وہ کس

طرح کی فلم تھی اگرچہ یہ بات مسلم ہوگئی کہ اس میں لہو و لعب کی بات تھی تو اس میں جانا اور دیکھنا حرام ہے مگر جنھوں نے دیکھی اور حرام کام کیا تو مطلب اس کا یہ نہیں کہ ان کا قتل جائز ہوگیا۔ پس پتہ چلا کہ اس حرام عمل سے ان کا خون حلال نہ ہوا کہ ان کو قتل کردیا جائے۔ بلکہ چاہئے کہ ان کو توبہ کا کے ان کو نہی از منکر کریں۔

اخلاص عمل کا درس علیؑ سے سیکھو

انسان جو بھی کام کرے تو اس میں قربتہ الی اللہ کی نیت ہو کہ یہ کام خدا کے لئے ہے مثلا "حضرت امیر المومنینؑ پانچ سو دانہ خرما جمع کر کے اپنی پشت مبارک پر رکھ کر جاتے ہیں اور دانہ دانہ کی کاشت کرتے ہیں فقط خوشنودی خدا کے لئے۔ پھر جب وہ درخت خرما دینے لگا تو اس کو وقف کردیا عموم مردم کے لئے" گرمی کے موسم میں حضرت علیؑ کنواں کھودتے ہیں جب کھودتے کھودتے پانی نکل آیا تو دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ خدایا تو شاہد رہ کہ اس پانی کو میں نے تمام عبور کرنے والوں اور پیاسوں کے لئے وقف کردیا تاکہ تو بھی کل روز قیامت مجھ کو جحیم جہنم سے نجات دے۔ یہ خبریں روحانیت کو زیادہ کرتی ہیں حتی کہ کھانا کھانا بھی فقط خدا کے لئے ہو۔ اسی لئے مستحب ہے کہ سحری انسان ضرور کریں چاہے ایک دانہ خرمہ ہی کھائے اور یہ کھانا بھی اس وجہ سے ہو کہ کیونکہ حکم ہے سحر کا لہٰذا ایک دانہ ہی چاہے کھائے۔

ہر خوشی کے موقع پر خدا کو یاد کرو۔

اسی طرح انسان جب ازدواج کرے تو حکم ہے کہ اپنی زوجہ سے ہمبستری کے وقت بسم اللہ پڑھے۔ ہم سے اگرچہ جوانی رخصت ہوگئی ہے اب آپ جوانوں کی باری ہے کہ جو بھی کنوارا ہے وہ شادی کرے اور یاد خدا سے غافل نہ ہو۔ شب عروسی کئی ایک عمل کرنے کا حکم اسلام میں موجود ہے۔ کہ انسان باوضو ہو' تو شوہر حجلہ عروسی میں باوضو داخل ہو' نہ اس وجہ سے اور اس طریقے سے کہ دو حیوان کا آپس کا ملاپ ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ پیش مواقعہ مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کرے کہ خدا نے مجھے یہ نعمت دی ہے اور واقعی عورت مرد کے لئے ایک نعمت الٰہی ہے۔ "جعل بینکم مودۃ ورحمتہ" کہ خداوند نے اس عورت کو تیرے لئے انس قرار دیا اور تیری بقاء نسل کے لئے اور حفظ دین کے لئے۔ اس لئے کہ اگر خدا عورت کو مرد کے لئے حلال نہ کرتا تو تم کیا کرتے؟ دو رکعت نماز شب زفاف پڑھنا اجابت دعاء کا باعث بنتی ہے اور وہ ایسا وقت ہے کہ پروردگار اس وقت انسان کی دعاء قبول کرتا ہے۔

حیات رحمانی کا سرچشمہ غرض عقلائی ہے

حیات رحمانی: ایک مہذب و دین دار شخص بیہودہ چیزوں سے دور رہتا ہے جو بھی کام وہ انجام دیتا ہے اس میں غرض عقلائی ہوتی ہے۔ ایک

عاقل شخص اس بناوٹی زینت کے پیچھے نہیں چلتا بلکہ وہ زینت حقیقی کے پیچھے رہتا ہے کہ وہ تقوی ہے۔ ایک عاقل شخص کبھی کسی چیز پر فخر نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تفاخر جہل کی علامت ہے بلکہ مومن اس تفاخر کے برعکس کام کرتا ہے جتنا کسی کا ایمان قوی ہوگا تو اب چاہے جتنی بھی ظاہری عزت اس کی بیشتر ہوجائے مگر اس کے تفاخر میں کمی آتی رہتی ہے۔ کتاب عیون اخبار الرضاؑ میں وارد ہے کہ ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ یا بن رسول اللہ اس کرہ زمین پر آپؑ سے زیادہ اشراف شخص میں نے نہیں دیکھا۔ امامؑ نے فرمایا کہ "من یکون اتقی منی افضل منی" کہ اس کرہ زمین پر جس کا تقوی بھی مجھ سے زیادہ ہوگا تو وہ مجھ سے بھی افضل ہے۔ امامؑ نے بتایا کہ میزان فضیلت تقوی ہے۔ میزان فضیلت نسب نہیں ہے" ارشاد خداوندی ہے کہ **"ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم"**

جو جہل میں مبتلا ہیں وہ ہمیشہ مادیات کی کثرت میں لگے ہوئے ہیں۔ جبکہ اہل عقل کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کی خیرات اور نیک عمل زیادہ ہو۔ یعنی اہل عقل تکاثر (کثرت) فی الاعمال چاہتے ہیں۔ اور اہل جہل تکاثر فی الاموال و اولاد چاہتے ہیں۔ اہل دنیا دولت کے پیچھے ہیں۔ جبکہ اہل عقل و حقیقت وہ کام کرتے ہیں کہ جس میں رضاء الہی شامل حال ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب تک بیت المال میں ایک درہم بھی موجود ہے تو میں اس جگہ سے نہ جاؤں گا اور اس درہم کو کل پر نہ چھوڑوں گا اس لئے کہ شاید علیؑ کل اس دنیا میں نہ ہو۔ لہذا انسان کو کار خیر میں

جلدی کرنی چاہئے۔ اس لئے قرآن نے لفظ "سابقوا" استعمال کیا یعنی نیک کام میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ عمر اور اس زندگانی دنیا کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جبکہ اہل دنیا ان تمام باتوں کے برعکس کرتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ "**وفی الاخرۃ عذاب شدید و مغفرہ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور**" انسان آج جو بھی عمل انجام دے گا تو آخرت میں اس کا ویسا ہی صلہ پائے گا یا ثواب یا عتاب۔

جاننا چاہئے کہ دنیا اہل دنیا کے لئے غرور اور دھوکہ کے کچھ نہیں ہے۔ غرور یعنی خلاف واقع ہونا کسی چیز کا اور شاعر نے کہا ہے کہ

دل بہ جہاں مبند کہ این بیوفا عروس
باہیچ کس شبی بہ محبت سحر نکرد

ثلث آخر ماہ رمضان ہے دعاء کرو کہ ہم سب کی حیات، حیات روحانی ہو، شبہائے ماہ رمضان میں جتنی عبادت کرسکتے ہو کرو۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی اتنی دیر تک قیام فرماتے تھے کہ قیام کی وجہ سے آپؐ کے پاء مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ آپؐ کیوں اتنی مشقت کرتے ہیں اور کیوں اتنی زحمت کرتے ہیں ؟ تو فرمایا کہ "**افلا اکون عبدا شکورا**" کہ آیا میں اپنے پروردگار کا سپاس گزار اور شاکر بندہ نہ بنوں"

مجسمہ مقدمہ ہے بت پرستی کا

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ یا علیؑ **"لا تدع صورتا الا محوتہا"** جریان فتح مکہ میں آپؐ نے فرمایا کہ کعبہ میں کسی قسم کی کوئی صورت اور مجسمہ کو باقی نہ رکھو اور سب کو توڑ دو۔ مجسمہ سازی حرام ہے تو یہ کس لئے ؟

شکر اس خدا کا سعادت ہمارے نصیب میں آئی کہ (ملت ایران نے) اس مجسمہ (شاہ خائن) کو گرایا اور اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اور خدا کی رحمت ہو ان جوانوں پر کہ جنہوں نے اپنے خون کے قطرات سے اس انقلاب کو کامیاب کیا۔ جس کمرہ وغیرہ میں کوئی صورت و مجسمہ ہو تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ اس کو پلٹ بھی دو۔ اگر وہ مجسمہ وغیرہ آپ کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ صورت و مجسمہ پرستی خرافات میں سے ہے۔

عرض بندہ یہ ہے کہ بت پرستی کیونکہ قدیم ایام سے ہے اور اب تک بت پرستی ہے اور بت پرست' بیشتر ہیں موحد اور خدا پرست سے ۔ اگر بشر کی تقسیم کی جائے تو اکثر بشر بت پرست و حیوان پرست .... پرست ملیں گے اور علت اس کی یہ ہے کہ اول تو یہ کہ رشد عقلی ضروری ہے کہ عقل کے نور سے وہ بیدار رہے۔ اور یہ کہ مادیات سے انسان صرف نظر کرے۔ اگر تقوی نہ ہو تو تمام وابستگی سے مادہ پرست کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور بالخصوص اس وقت جبکہ اس کی پشت پناہی بھی ہو تو رواں گذشتہ میں بھی ایران میں پچاس سالہ سلطنت میں پدر و بشر (یعنی شاہ اور

اس کے باپ نے) نے تمام جان توڑ کوشش کی کہ تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں واسکولوں میں طالبات روحانیت سے دور رہیں اور بت پرستی و آتش پرستی کو تقویت دیتے رہے۔

آپ پوری انسانیت کی تاریخ پڑھ لیجئے کہیں آپ کو یہ نہ ملے گا کہ کسی ایک ملک کے کسی بادشاہ نے بت پرستی پر جنگ کی ہو؟ (سلطان محمود غزنوی کے بارے میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ جواہرات کے چکر میں ہند پر لشکر کشی کی تھی) بلکہ بادشاہات نے بت پرستوں کی مدد کی اور ان کو تقویت پہنچائی اور خود بھی بت بناتے تھے تاکہ ملت کو دھوکہ دے سکیں اور خود بھی گائے کا احترام اسی وجہ سے کرتے تھے بلکہ چند سال قبل کی بات ہے کہ اخبار میں یہ خبر تھی کہ دہلی کا انٹرنیشنل ایئرپورٹ چھ گھنٹے تک معطل رہا وجہ اس کی یہ تھی کہ ایک گائے ایئرپورٹ میں گھس گئی تھی لہٰذا اس کے احترام میں کہ وہ خود وہاں سے ہٹے ایئرپورٹ بند رہا۔

اکثر لوگوں نے ہمیشہ راہ بد کو اختیار کیا ہے

لقد ارسلنا نوحا وابراہیم "با تحقیق ہم نے نوحؑ نبی کو بھیجا اور ابراہیمؑ خلیل اللہ کو بھی بھیجا پھر نبوت اور کتاب کو ان کی نسل میں قرار دیا "فمنھم مھتد" اور قوم نوحؑ و قوم ابراہیمؑ میں سے بہت ہی کم افراد نے ہدایت پائی اور قبول کیا "**وکثیر منھم فاسقون**" اور اکثر ان میں سے فاسق ہوگئے اور اب تک یہ ہی سلسلہ ہے۔ ہمیشہ شیطان کے پیروکار زیادہ رہے ہیں بہ نسبت پیروان رحمن اور مادہ پرست شہوت پرست دنیا میں

برابر رہے ہیں خدا پرست کے مقابلے میں اور بہت ہی کم افراد نے ہدایت کو قبول کیا **"وکثیر منہم فاسقون"** اکثر ان میں سے باغی اور سرکش ہوگئے اور اطاعت رحمٰن سے باہر رہے اور اطاعت شیطان میں داخل ہوگئے۔ پھر ایک مقام پر فرمایا کہ **"ثم قفینا علیٰ آثارھم برسلنا"** اور یہاں لفظ **"قفینا"** سے مراد یہ ہے کہ ہم پشت پر بھیجتے رہے۔ نوحؑ و ابراہیمؑ کو اور دیگر رُسل کو اور لوگوں کا باغی و سرکش ہونا ہمارے لئے مانع نہ ہوا کہ ہم دیگر انبیاءؑ کو نہ بھیجیں۔ بلکہ پے در پے اور پشت پر نوحؑ و ابراہیمؑ اور ان کی ذریت کو اپنا رسول بنا کر ہم بھیجتے رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر مختصر سی نظر

"وقفینا بہ عیسیٰؑ بن مریم" اور ہم نے رسولؐ کے بھیجنے سے پہلے عیسیٰؑ کو بھیجا **"واتیناہ الانجیل"** اور ہم نے ان کو انجیل بھی دی۔ پس پتہ چلا کہ عیسیٰؑ کے پاس اصلی انجیل تھی کہ جو آسمانی کتب میں سے ہے بنام انجیل۔ اہل اطلاع نے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تیس سال میں سے تین سال تک لوگوں کو نزول انجیل کے احکام بتاتے رہے اور آپؑ کے بارہ حواری تھے اور یہ ہی آپ کے ی تھے اور ان تین سال کی مدت میں آپؑ نے آبادی میں زندگی بسر نہ کی، گھر نہ تھا، بیوی بچے نہ تھے، اغ آپ کا آفتاب تھا اور فرش آپکا زمین کی اور خوراک آپؑ کی پھل اور درختوں کے پتے تھے۔ جب یہ تین سال سختی کے گذر گئے تو بالاخر یہود نے آپؑ کو قتل ک کے لئے آپ کا محاصرہ کرلیا۔ پھر محاصرہ

اسکے بعد انہی حواریین میں سے ایک شخص بنام یہودا ان یہود کے پاس آیا اور تیس درہم چاندی کے عوض عیسیٰؑ کو فروخت وہ لوگ آئے اور حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرلیا اور تصمیم یہ کی کہ کل حضرت عیسیٰؑ کو دار پر لٹکا دیں گے۔ مسیح یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو دار پر لٹکایا گیا اور جب آپؑ کی روح پرواز کرگئی تو نیچے اتار کر اسی بیت المقدس میں دفن کردیا گیا۔ اور عیسیٰؑ تین دن قبر میں رہے اور پھر تین دن بعد زندہ ہوگئے اور تین دن تک جہنم میں رہے تاکہ بعد میں امت جہنم میں جائے۔ (البتہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جو جہنم میں گئے تو اب امت کو جہنم میں کم رکھا جائے گا۔ مترجم) حضرت عیسیٰؑ کی جو انجیل تھی مسیحوں نے اس کو جلا دیا تھا اور اس کو نابود کردیا۔ اور کافی سال بعد بیس دیگر علماء نے کہ جن کے نام موجود ہیں کتاب کو ترتیب دیا کہ جن میں انہوں نے اپنے الہامات کو لکھا ہے یا بقول میرے کہ شیطان نے جو خرافات ان کے دل میں ڈالی تھی انہوں نے قلم سے اس کو لکھ کر کتاب تشکیل دی کہ جو آج کی انجیل کے نام سے موسوم ہے اور یہ وہ انجیل آسمانی نہیں ہے کہ جس طرح توریت بھی آسمانی نہ رہی۔ اور آج جو اس کرہ زمین پر تنہا کسی کتاب کو قطعاً آسمانی کہا جاسکتا ہے تو وہ قرآن محمدیؐ ہے قرآن وہ کتاب ہے کہ وحی صریح الٰہی برقلب محمدؐ نازل ہوئی اور آپؐ کی زبان لطیف پر جاری ہوکر کائنات کے سامنے آئی۔

کیوں تم محمدؐ پر ایمان نہ لائے۔

مسیحی رفتہ رفتہ شہروں سے دور دریا کے کنارے آباد ہونے لگے تاکہ ان کا دین درست رہے جب تک کہ محمدؐ نہ آجائیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فاصلہ چھ سو سال کا تھا۔ بعد از چھ سو سال بعض از علماء رھبانی طبقہ دوم و سوم سے تھے شاید درجہ اول کے کچھ علماء بھی باقی ہوں۔ ناگہاں وہی افراد کہ جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر زندگی بسر کر رہے تھے اور عبادت میں مشغول تھے اور جو اوصاف پیغمبریؐ ان کو بتائے گئے تھے جب انہوں نے وہ اوصاف محمدؐ کی ذات میں پائے تو اکثر علماء و مسیحی منکر ہوگئے کہ یہ وہ احمدؐ نہیں ہیں۔ پس یہ لوگ کیوں منکر ہوئے؟ وجہ یہ تھی کہ ان کی فضیلت اور مقام جاہ و جلال ان سے چھن گیا تھا اور سب مسیحی ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ہدیہ و تحائف ان ہی کے پاس لائے جاتے تھے اور لوگ ان کا احترام و اکرام کرتے تھے اور یہی راھب ان لوگوں کو کہتے کہ تمہارا پیغمبرؐ آچکا ہے اور تم سب اس کے پاس جاؤ تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ رسالت طلبی سے کوئی انسان ہاتھ کھینچ لے یہ بہت سخت کام ہے۔

مسجد ضرار اور ابو عامر راھب

ابو عامر کہ جو ایک راھب اور گوشہ نشین شخص تھا۔ رسولؐ خدا جب

مدینہ تشریف لائے تو اس نے دیکھا کہ لوگ دستہ بہ دستہ بطرف احمدؐ مسجد قباء میں جا رہے ہیں۔ یہ مسجد رسولؐ کے مدینہ آمد پر تاسیس کی گئی تھی اور رسولؐ اسی میں نماز اداء کرتے تھے۔نزدیکی قبائل کو یہ بات گوارا نہ تھی اور خود نمائی کے لئے کہ فلاں قبیلہ والے مسجد رکھتے ہیں لہٰذا ہم بھی ایک مسجد بنائیں ۔ اور مسجد تیار کی گئی مگر رسولؐ نے امر فرمایا کہ اس مسجد کو منہدم کردیا جائے (سورہ توبہ آیت ۱۰۸) اس لئے کہ مسجد اس وقت مسجد ہے جب کہ خدا کے لئے بنائی جائے اور اگر دکھاوے کے لئے بنائی جائے تو اس کو منہدم کردیا جائے اور جلا دیا جائے کیونکہ مسجد وہ جگہ ہے کہ جو صرف خدا کے لئے بنائی جائے نہ یہ کہ فلاں قبیلہ وغیرہ کو دکھانے کے لئے۔ رسولؐ خدا نے چند اصحاب کو حکم دیا وہ گئے اور اس کو آگ لگادی اور مسجد کا اثر تک باقی نہ رہا اس لئے کہ یہ مسجد اس راہب مسیحی کے لئے تھی۔

ابو عامر کا پروپیگنڈہ اور تنہائی کی موت

"فمارعوھا حق رعایتھا" رسولؐ کے تشریف لانے سے پہلے یہ ہی ابو عامر راہب کہتا تھا کہ میں انتظار کر رہا ہوں اس پیغمبر احمدؐ کا اور جب حضورؐ تشریف لائے تو کہنے لگا کہ یہ وہ احمدؐ تھوڑی ہیں اور ایک دن وہ بے شرف رسولؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمدؐ تم کیا کہتے ہو اور کیا نئی بات لائے ہو؟ رسولؐ نے فرمایا کہ دین حنیف ابراہیم خلیل ۔ تو وہ بے شرف انسان کہنے لگا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح ہوں اور میں بھی

دین حنیف ابراہیم پر ہوں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تو اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ تونے مخلوط کردیا ہے یہ سنتے ہی وہ بے شرف غصہ میں آیا اور رسولؐ کے سامنے سے اٹھ کر چلا گیا اور لشکر تیار کرنے لگا اور ایک دن رسولؐ سے اظہار دل تنگی کرنے لگا رسولؐ نے اس پر نفرین کی (خلاصہ روایت شریف یہ ہے کہ) کہنے لگا کہ میں خدا سے یہ چاہتا ہوں کہ ہم میں سے جو بھی خدا کے دین پر نہ ہو خداوند تنہائی میں اس کو موت دے دے اور خود ہی نے آمین بھی کہا بالاخر رسولؐ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگا اور لوگوں کو جمع کرکے لشکر ترتیب دیا اور خود کو شام پہنچایا کہ جو اس وقت یہودیوں کا مرکز تھا۔ اور شامیوں کو اکسانا شروع کیا لشکر کشی پر۔ اور رسولؐ کے مقابلہ پر تیار ہوا۔ شام کی مسافرت کے دوران ایک قریہ سے دوسرے قریہ تنہا سفر کر رہا تھا کہ بیابان میں تنہا گر پڑا اور واصل جہنم ہوا؟

کلیسا کی خرابی کا باعث کمیونسٹ کی پیشرفت ہے

"**فمارعوھا حق رعایتھا**" گوشہ و کنار میں عبادت کرنے والوں نے حق روحانیت کی مراعات نہ کی اور ان صحرہ نشین علماء نے مادیگری کو اختیار کیا اور ثروت کو سب کچھ سمجھا حتی کہ چند سال قبل میں نے مجلّہ میں پڑھا تھا کہ اٹلی میں پوپ کے پاس جو ٹیلی فون ہے وہ بھی سونے کا ہے اور یہ تو مکرر نقل ہوا ہے کہ وہ لڑکیاں کہ جو تارک دنیا کرکے راھب بننا چاہے تو وہ پہلے ان کے علماء کے ساتھ تمسک کرکے بچہ دار ہوتی ہیں اور بھی کئی ان لوگوں کی کثافتکاریاں ہیں۔ اہل اطلاع افراد نے لکھا ہے کہ

کمیونسٹ نے جو چند سال سے اس خطہ زمین پر قدم رکھا ہے تو یہ کلیسا کی مصیبت و خواری کی وجہ سے ہے اور انہوں نے کثافت کاری میں کلیسائی مسیحت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ ماسکو میں ایک کمیونسٹ مرد نے لکھا ہے کہ دین، تسکین اور ملت کے تخیل کا نام ہے۔ آیا کوئی ہے جو یہ کہے کہ اس دین کی بے مروتی ان کا مسیحی ہونا ہے۔ آیئے! ذرا ایک بار دین اسلام پر بھی نگاہ ڈال کے دیکھئے تاکہ پتہ چل سکے کہ دین کیا ہے۔

ہمارے زمانے میں خمینی روح اللہ ہیں

آپ نے ابھی فقط کلیسا ہی کو دیکھا آیئے ایک نظر آپ مسلمانوں کی مسجدوں پر بھی کریں کل روحانیت کی روح آیت اللہ العظمی امام خمینی کو بھی دیکھئے۔ امام خمینی جب فرانس میں موجود تھے تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ مسیحی گروپ بھی آپ سے ملاقات کے لئے آئے تھے تاکہ اس مرجع کی استقامت کو دیکھیں کہ جس کے تابع پینتیس (۳۵) میلیون افراد ہیں۔ اور جس کا اعتماد نہ روس پر ہے اور نہ امریکہ پر آخر وہ ہے کون؟ اور جب یہ لوگ ملاقات کے لئے آئے تو دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص ہے چند میٹر کا عمامہ اس کے سر پر ہے اور ایک عباء کاندھے پر موجود ہے نہ کاخ ہے اور نہ قصر ہے نہ آگے پیچھے نوکر ہیں اور نہ کوئی اس قسم کا سامان ہے تو یہ دیکھ کر حیرانی میں اپنے دانتوں کے درمیان انگلی رکھ لیا کرتے تھے۔ کسی ایک مجلہ میں لکھا ہوا تھا ایک شخص کے بارے میں (اس کا نام ذہن سے نکل گیا ہے) کہ جب وہ امریکہ سے فرانس گیا اور

اس سے پوچھا کہ وہ جن سے آپ نے ملاقات کی ہے کون ہیں؟ اور کیسے ہیں۔ اور کس قسم کے انسان ہیں تو ابن مسیحی نے کہا کہ مدتوں جس کی پوجا کی آج فرانس میں ان سے ملاقات کی ہے اور وہ روح اللہ ہے۔

اسلام علی عیسیٰ روح اللہ

قرآن کہتا ہے کہ "کثیر منھم فاسقون" کہ ان میں سے بیشتر دشمن اسلام اور فاسق ہوگئے۔

آپ جبکہ یقین کی منزل پر ہو تو بچے رہو

یا ایھا الذین امنوا اتقواللہ وہ کہ جو ایمان لائے اور قبول کیا کہ ہمارا ایک خدا ہے۔ برخلاف ان مادہ پرستوں کے کہ جو اس چیز کے منکر ہیں اور بشر کو ایک جنگلی درخت کی مانند حساب کرتے ہیں۔ اور اس عالم ہستی کو بغیر صاحب کے جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں آئی اور خود ہی اس کے امور انجام پائے اور ہر قسم کی ہستی کا کہ جو اس عالم کے فوق ہو اس کا مطلق انکار کرتے ہیں درحالیکہ "**اثو الاقدام تدل علی المسیر**" یہ کہ قدموں کے نشان بتاتے ہیں کہ یہاں سے کوئی ضرور گزرا ہے یا مثال دیگر یہ کہ ضعیف عورت جب چرخا چلاتی تھی تو وہ چلتا تھا رسولؐ اس کو دیکھ کر ٹھہر گئے اور فرمایا کہ تیرے پاس اس عالم کے بنانے والے کی کیا دلیل ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اس بوڑھی عورت نے جب یہ سنا تو اپنا ہاتھ اس چرخے سے ہٹایا اور کہا کہ یا رسول اللہؐ جب تک میں اس چرخے پر ہاتھ نہیں لگاتی تو یہ بھی نہیں چلتا۔ تو بھلا یہ

عالم وجود کا چرخہ اور یہ نظام شمسی بغیر کسی قدرت کے بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتے ہیں۔ اور وہ بھی اس بہترین نظام کے ساتھ کہ جہاں پر ہر لمحہ ہر چیز کے لئے معین ہے واقعا" جو بھی خدا کا منکر ہو اس عالم کے لئے تو وہ حیوانوں سے بھی پس تر ہے۔ میں نے کئی بار اس قسم کی مثالیں دی ہیں اور انسان کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا جبکہ خود اس کا وجدان اور عقل و شعور اس ہستی کے وجود پر گواہ ہیں۔ یا مثلا یہ کہ آپ محنت کرکے ایک کوزہ بناؤ اور کوئی آکر یہ کہے کہ کتنا خوبصورت کوزہ ہے اور یہ کہے کہ سیلاب نے آکر اس کا گارا گھولا ہوگا پھر سورج نے اس کو خشک کردیا اور خود ہی کوزہ یا کاسہ بن گیا تو یقینا" اس کی بات سن کر آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو پیٹ لوگے۔ اور کہو گے کہ یہ کتنا بے مروت انسان ہے کہ جو کوزہ یا کاسہ کو تو دیکھتا ہے مگر اس کے بنانے والے کا انکار کرتا ہے۔ یا مثلا "گھڑی کو تو دیکھتا ہے مگر گھڑی ساز کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ کہ آدمی کو تو دیکھتا ہے مگر آدم ساز کا منکر ہے۔ حیوان اور پودے درخت' سورج وغیرہ کو تو دیکھتا ہے مگر اس کے بنانے والے کا انکار کرتا ہے؟ خلاصہ مطلب آشکار اور واضح ہے۔

امر بالمعروف و نہی از منکر عملی نہیں ہوتا؟

خدا کی نافرمانی قبل اس کے کہ وہ عقوبت اُخروی لائے دنیاوی نقصان بھی اس کے ساتھ ساتھ ہیں۔ مثلا نمونہ کے طور پر یہ کہ شراب پینا'

جنون آور ہے۔ اسی طرح زنا سے مختلف قسم کے امراض جنم لیتے ہیں (جیسے ایڈز) اور یہ کہ زکوۃ نہ دینے کی وجہ سے اختلاف طبقات وجود میں آتے ہیں اور یہ منتہی ہوتے ہیں کہ کوئی انقلاب برپاء ہو' و.........
اب سوال یہ ہے کہ امربالمعروف و نہی از منکر کیونکر عملی نہیں ہوتا ہے؟ شاید وجہ یہ ہو کہ لوگوں کو موت سے ڈراتے ہیں یا یہ کہ لوگ ڈرتے ہیں اسی لئے اس سے بھاگتے ہیں تاکہ اپنی زندگی میں روزی و رزق کی تنگی میں نہ پڑ جائیں آیا اس قسم کا توھم صحیح ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے امربامعروف و نہی از منکر کو انجام دیا ہے آیا وہ قتل کئے گئے ہیں؟ یا یہ کہ وہ بھوک کی شدت سے جان بلب ہوتے ہیں؟ ہرگز ایسا نہیں ہے یعنی نہ وہ قتل ہوئے اور نہ ہی بھوک ان پر تاری ہوئی بلکہ مطلب برعکس ہے وہ افراد کہ جو اس راہ میں وارد ہوتے ہیں تو لوگوں نے ان کے گرد حلقہ لگایا ہے اور وہ لوگ اپنا مقام دیتے ہیں اور مال بھی ان کے اختیار میں رہا ہے اور یہ تو نمونہ کے طورپر ہم نے ان کا بتایا کہ جنھوں نے امربالمعروف و نہی از منکر کو انجام دیا ہے۔ اگرچہ وہ امربالمعروف و نہی از منکر مذہبی ہو یا .... کوئی اور ہو۔

رسولؐ خدا اور آپ کے جانشین حضرت امیر المومنینؑ ہمیشہ امربالمعروف و نہی از منکر میں مصروف رہے اور اپنی پوری زندگی اسی کام کے لئے وقف کردی تھی یہاں تک کہ امر خداوندی پر لبیک کہا اور یہاں تک کہ شہادت کے مقام پر فائز ہوئے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام حسینؑ بوجہ امربالمعروف و نہی از منکر شہید کئے گئے یا یہ کہ عیسیٰؑ اس وجہ

سے دار پر لٹکائے گئے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام حسینؑ اس وجہ سے شہید کیے گئے کہ آپؑ نے یزید جیسے ستمگر کی بیعت نہ کی اور آپ جو بھی کرتے بالآخر شہید کیے ہی جاتے کہ جس طرح آپ کے برادر گرامی امام حسنؑ بھی شہید کیے گئے اور یہ کہ مسیحؑ بھی دار پر نہ لٹکائے گئے بلکہ یہ بات لوگوں پر پوشیدہ رہی اور یہ اس وجہ سے نہ ہوا کہ آپ نے امر بالمعروف و نہی از منکر کیا تھا۔ بلکہ اگر اس راہ میں شہید نہ ہوتے تو شاید کسی جنگ میں یا کسی اور مقام پر قتل کردیئے جاتے۔

امر بالمعروف برائے انتفاع خلق ہے

پروردگار عالم کا یہ حکم کرنا اپنے حبیبؐ کو مودۃ اہلبیتؑ کا یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مسلمانوں سے ان کو کوئی مادی نفع پہنچ رہا ہو۔ دنیا انکی نگاہوں میں تو پست تر ہے چہ جائیکہ وہ اس کی طرف توجہ کریں مگر یہ بتایا جاچکا ہے کہ پیغمبر و امامؑ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ دنیا میں زھد اختیار رکیئے ہوئے ہوں۔ اس لئے کہ جو دنیا کی طرف راغب ہیں تو وہ اس دنیا کی حقیقت سے جاہل ہیں اور وہ اس کی فنا اور ہستی سے ناواقف ہیں اور آخرت کی بزرگی اور بقاء کو نہ سمجھ سکے ہیں اور خداوند عالم کبھی بھی کسی جاہل کو کسی عہدہ کے لئے نہیں چنتا اور کسی قسم کی ولایت اس کو عطا نہیں کرتا۔

مودت اہلبیتؑ خلق کے لئے عظیم نعمت ہے

پس پروردگار عالم کی غرض اس مودت اہلبیتؑ کا حکم کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اہلبیت سے دوستی اور ان کی پیروی کی وجہ سے بے پایاں فائدہ اٹھائیں اور انہی میں سے ایک یہ کہ تمام مسلمانان جہاں کا آپس میں ایک مرکز پر جمع ہونا اور ان کا قلبی اتحاد ہے اور یہ کہ ایمان ان کے دلوں میں رسوخ کرجائے اور ان کے نفوس میں پاکیزگی سما جائے اور تمام رذائل برطرف ہوجائیں اور تمام مسلمان معارف الٰہی اور حقائق دینی واحکام وراہ و روش تقویٰ سے آشنا ہوسکیں اور آخرت میں انؑ کی شفاعت سے بہرہ مند ہوسکیں۔

خمس ادا کرنے سے رسولؐ کا قرب حاصل ہوتا ہے

اسی طرح خمس دینے کا جو حکم ہے کہ حق سادات کو دیا جائے تو یہ صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ ایک مادی نفع ہے کہ جو مسلمانوں کے ذریعے سے پیغمبرؐ کو پہنچتا ہے۔ بلکہ غرض اس خمس سے یہ بھی ہے کہ اس انفاق کی وجہ سے نفوس پاک ہوتے ہیں اور مال پاک وپاکیزہ ہوتا ہے اور رسولؐ کا قرب نصیب ہوتا ہے بوسیلہ اکرام بذریعہ رسولؐ اور یہ ہی عین قرب بہ خدا بھی ہے اور یہ وسیلہ بھی ہے کہ آپ کی شفاعت ہمارے بھی شامل حال ہو اور یہ ہی غرض ہے اور یہ دوستی واحسان واکرام ذریعہ طاہرہ کی روز قیامت تک۔

راستہ بطرف خدا

اور یہ کہ صریحاً" قرآن مجید میں فرمایا کہ اے محمدؐ کہہ دو ان لوگوں سے کہ میں جو تم سے اجر رسالت مانگتا ہوں (کہ وہ میری اہلبیتؑ سے محبت اور ادائیگی خمس ہے) اور یہ وہ نفع ہے کہ جو خود تمہارے ہی لئے ہے۔ اور اس نفع کا تعلق مجھ سے نہیں ہے اور میری رسالت کا اجر تو خدا پہ ہے۔(سورہ سبا آیت ۴۷) اور اس طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کا اجر نہیں چاہتا مگر جو یہ چاہے کہ راستہ مودت کو اپنائے تو وہ راہ مودت ذوی القربیٰ ہے (سورہ فرقان آیت ۵۷) اور یہ وہ راہ ہے کہ بندہ پروردگار کی راہ کی طرف گامزن ہوتا ہے اور اس راہ کے ذریعہ سے مقام قرب حاصل کرلیتا ہے۔

فضیلت سادات کے بارے میں ایک داستان

علامہ نوری کی کتاب "کلمۃ طیبہ" کے صفحہ ۳۲۶ پر تاریخ قم کے حوالے سے اور اسی طرح کتاب "فضائل السادات" کے صفحہ ۳۸۳ پر نقل ہوا ہے کہ حسین بن حسن بن حسین بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق کہ امام حسن عسکری کے زمانہ میں قم میں یہ (شخص) اعمال قبیحہ کا مرتکب ہوا مثلاً" شراب وغیرہ پی اور قم کے موقوفات کے والی احمد بن اسحٰق واشعری وہ مرد تھے کہ جو صلاح و سداء کے زیور سے آراستہ تھے۔ ایک دن یہ سید صاحب والی سے ملاقات کے لئے تشریف

لائے والی کے حکم پر اس کے لئے تمام دروازہ بند کروئے گئے اور ملاقات سے منع کردیا گیا۔ اتفاق سے والی اسی سال خانہ کعبہ کی زیارت کی غرض سے مکہ معظمہ عازم ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بھی حاضری کے لئے پہنچے۔ امام حسن عسکریؑ نے حکم دیا کہ تمام دروازہ والی پر بند کردیئے جائیں والی کافی تضرع و زاری اور گریہ کے بعد امامؑ کی خدمت میں قدم بوس ہوا اور آپؑ سے دوستی اور محبت کا دعوی کیا اور اس نے دروازہ بند کرنے کی علت اور سبب دریافت کیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ تو نے اس سید ابوالحسن پر کیوں دروازہ بند کیا تھا؟ اس نے عرض کی کہ وہ شراب پیتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اس کے اعمال بد کی جزا کسی اور پر ہے۔ تمہارا یہ کام نہیں ہے کہ تم ذریت پیغمبرؐ کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرو یاد رکھو کہ اس قسم کے اعمال کی وجہ سے تم کسی مشکل میں گرفتار نہ ہوجاؤ۔ احمد رونے لگا اور خدا کی قسم کھانے لگا کہ اس کو میں نے دھکے نہ دیئے تھے بس وہ شراب پینے سے توبہ کرلے۔ امامؑ نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ تم پر اس کا احترام لازمی ہے اور کسی حال میں بھی اس کی اہانت نہ کرو اس لئے کہ وہ ہم سے وابستہ ہے یاد رکھو اگر اس طرح کیا تو تم زیان کار اور نقصان اٹھانے والوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ یہ شخص احمد جب واپس قم آیا اور لوگ اس سے ملنے کے لئے گئے تو لوگوں کے ہمراہ وہ سید حسین شخص بھی موجود تھا اور جیسے ہی اس والی احمد نے سید حسین کو دیکھا تو اس کی طرف لپک کر بڑھا اور اس کو گھیر لیا اور اس کو عزت و احترام دیا اور

اس کو اپنے پاس بٹھایا۔ سید حسین اس والی کے اس عمل سے بڑا متحیر ہوا اور اس کی وجہ پوچھی؟ والی نے پورا واقعہ اس کو بتایا کہ کس طرح امام نے فرمایا ہے سید حسین نے جب یہ سنا تو بہت ہی پشیمان ہوا اور اپنی اس بداعمالی پر شرمندہ ہوا اور توبہ کی اور گھر واپس لوٹ آیا اور تمام وہ آلات و بوتل کہ جو شراب سے متعلق تھی سب کو توڑ پھوڑ دیا اور اسی وقت سے وہ ایک نیک سیرت اور عابد و پرہیزگار بن گیا اور مسجد کا ملازم ہوگیا اور مساجد میں اعتکاف کا عمل بھی انجام دیتا تھا۔

نہی از منکر سے منافات نہیں رکھتا

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اوپر کی بات سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی سید کوئی برا کام انجام دے تو اس کو نہیں منع کرنا چاہیے اور یہ کہ وجوب نہی از منکر فقط برائے غیر سادات ہے؟ جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ وجوب نہی از منکر عام ہے چاہے سید ہو چاہے غیر سید ہو۔ سوائے ان مقامات کے کہ جہاں تقیہ کا محل ہو اور اس کا بیان ان سے متعلق ابواب میں ذکر ہے بلکہ اس طرح کہا جائے تو بہتر رہے گا کہ ہم دونوں باتوں کو جمع کر دیتے ہیں کہ محبت و مودت بھی باقی رہے اور نہی از منکر بھی ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی برا کام کسی سید سے دیکھیں تو یہ درست نہیں ہے کہ اس سے دوستی ختم کرلی جائے اور تمام تعلقات قلبی اس سے توڑ لئے جائیں بلکہ جبکہ اس سے دوستی بھی ہے تو کوشش کریں کہ اس سے بری عادت اور منکر چیز کو چھڑوا دیں۔ جس طرح کہ کوئی

باپ اپنے کسی بیٹے سے کوئی برا فعل دیکھتا ہے تو تعلق، علاقہ اور محبت پدری کو نہیں چھوڑتا اور اسی طرح دیگر نفقہ واجب اس سے قطع نہیں کرتا بلکہ اس کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ازراہ مہر و محبت (کہ جو مرتبہ اول نہی از منکر ہے) اس کو اس گناہ سے روکے۔

لازم ہے کہ نہی از منکر کے مراتب کی رعایت کی جائے

اگر معاملہ زیادہ الجھنے کا خوف نہ ہو اور احتمال ہو کہ میں کچھ سخت گیری اور تندہی سے کام لوں گا تو فلاں شخص اس گناہ سے ہاتھ اٹھائے گا تو بسبب ظاہر بطور مرتب اس کے ساتھ سخت گیری سے کام لے اور اس کے ساتھ لگاؤ کو کم کردے اور بحد واجب قناعت کرے۔ اسی طرح اگر معاملہ زیادہ بڑھنے کا خوف نہ ہو تو نہی از منکر کرنے والا یہ احتمال دے کہ اس کو ادب سکھانے کے لے مار پیٹ کرنے سے ترک گناہ کردے گا تو اس کو مارنا چاہئے (البتہ مار پیٹ اس طرح کرے کہ خون نہ نکلے زخم نہ ہوجائے اور سیاہ نہ پڑجائے) اور اگر مار پیٹ سے بھی کوئی گناہ سے ہاتھ نہ اٹھائے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی جراءت اس گناہ کے انجام دینے میں پیشرفت نہ کرے لہذا اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے اس برے کام کی برائی کو فراموش نہ کردے اور اس سے غصہ و ناراضگی میں میل جول رکھے اور احسان و محبت کو کم کرے اور ان تمام حالات میں وہی تعلق و مہر و محبت فرزند و پدر کا خیال رکھا جائے۔

نہی از منکر مقدم ہے یا مودت و محبت

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اشارہ ذکر کیا اور اس موضوع کی اہمیت کی وجہ سے اس کا تکرار لازم جانتے ہیں کہ جبکہ نہی از منکر اظہار محبت سے منافات رکھتی ہے تو کونسی چیز ان میں سے مقدم اور فرضیت رکھتی ہے ؟ مثلاً "کوئی سید ہو اور اولا زہراءؑ سے ہو اس کا اکرام بھی واجب ہے اور اس کے پاس لباس بھی نہ ہو مگر وہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ لیکن اگر اس کو لباس دیں یا نہ دیں اس کے لئے فرق نہیں کرتا اور نماز نہیں پڑھتا۔ تو ایسے میں بھی اس کا اکرام کرنا ہوگا۔ اور وجوب مودت اپنی جگہ پر باقی ہے۔

اگر نہی کرنا اثر کرتی ہو تو نہی از منکر مقدم ہے

جبکہ یہ احتمال دیا جاتا ہو کہ میرا منع کرنا اس پر اثر کرے گا تو نہی از منکر کے مراتب کی بالخصوص رعایت کی جائے یعنی پہلے اس کو میٹھی زبان سے منع کریں اور نرم لہجے کے ساتھ اور اس کو تشویق و ترغیب دلائیں اچھے کام کی لہٰذا ایسے میں اس کے ساتھ اکرام و دوستی یہ منافات نہیں رکھتی بلکہ ایسے میں تو آپ نے ایک تیر سے دو شکار کیے ہیں کہ نہی از منکر بھی کیا اور ارادت و مودت کا اظہار بھی کیا ذریعہ طیبہ سے اور اگر صورت کچھ ایسی ہو کہ وہ کسی طرح متاثر ہی نہ نہیں ہوتا چاہے اس کا

اکرام کرو چاہے نہ کرو چاہے اس کی خاطر وغیرہ کرو چاہے نہ کرو تو ایسے میں اس کا اکرام کرنا بجا ہے کیونکہ وجوب مودت بحال خود باقی رہے گی۔ بلکہ یہ بھی بسا اوقات ممکن ہے کہ کسی وقت وہ یہ احساس کرلے کہ میرا اکرام رسولؐ کی نسبت سے ہورہا ہے تو شاید شرمندہ و شرمسار ہوجائے اور توجہ کرلے اور جبکہ ترک احسان کی وجہ سے کوئی نماز پڑھنے لگے۔ البتہ نہی از منکر مقدم ہے۔ اور اس پر احسان کرنے سے پرہیز کیا جائے تاکہ منکر کو ترک کردے یعنی احسان کو ترک کرکے اس پر احسان کیا کہ فلاں نے بڑا کام چھوڑ دیا۔

نرمی کے ساتھ بہتر طریقہ سے راہ راست پر آتے ہیں

البتہ ایسا کم ہی اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی سید تنبیہہ کے ذریعہ سے راہ راست پر آجائے۔ جیسا کہ سنا ہے آپ نے کہ ایک لقمہ روٹی کا دینا کسی تارک الصلوۃ کو برابر ہے کعبہ کو ڈھا دینے کے (العیاذ اللہ) گویا آپ نے نماز کے ترک کرنے پر اس کی مدد کی۔ لیکن اگر کیفیت یہ ہو کہ پھر آپ اس کو روٹی دو یا نہ دو وہ نماز نہیں پڑھے گا تو ایسے میں اس کے ساتھ احسان کرنا حرمت نہیں رکھتا۔ بلکہ بیشتر اوقات احسان کرنے کی وجہ سے بھی انسان ہدایت پا جاتا ہے جیسا کہ ہم پہلے سید ابوالحسن کا واقعہ ذکر کرچکے ہیں کہ پہلے وہ شراب پیتا تھا اور جب احمد بن اسحٰق نے اعتراض کیا تو وہ متنبہ نہ ہوا مگر جب اس نے یہ سنا کہ یہ معاملہ امامؑ کے سامنے بھی پیش ہوا اور امامؑ نے نسب کی رعایت کرتے ہوئے بھی عزت و

احترام کا حکم کیا ہے تو متنبہ ہوگیا اور آخر عمر تک اس منکر اور برے فعل کا مرتکب نہ ہوا بلکہ نیک لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا تھا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

تو خود اپنے لئے حجاب ہے تو خود ہی اس کو دور کر

حقیقت بینی کے لئے جو پردہ حائل ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ گذشتہ بیان میں ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ پردہ کہ جو حقیقت بینی کا انکار کردیتا ہے وہ خودیت و خود پسندی ہے۔ اگر انسان اس پردہ سے چشم پوشی کرے اور اس پردہ کو رقیق کردے تو رفتہ رفتہ یہ حائل پردہ ہٹ جاتا ہے اور انسان سعادت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اور قلب کے لئے حجاب اس کا نفس ہی ہے کہ جو منیت و خودیت پر اکساتا ہے کہ جو حق بینی کے لئے مانع ہوتا ہے اور اگر وہ حائل پردہ قوی ہو تو وہ خود ہی حق کو پہنچاتا ہے اور آواز دیتا ہے کہ میں ہی حق ہوں اور جو بھی میرا تابع ہوا وہ بھی حق ہے۔ گویا جو چیز خدا کے لئے سزاوار تھی وہ اپنے لئے خیال کرتا ہے اور جو اس حواس پرستی میں آگے نکل جائے تو اس کا یہ حجاب غلیظ تر ہوجاتا ہے اور آخر کار وہ سوائے اپنے نفع کے کچھ اور نہیں چاہتا اور ایسے شخص کے لئے محال ہے کہ وہ تصدیق قلبی پیدا کرے اور وہ تصدیق قلبی بھی خود ہی کے لئے ہے۔ (**لا یری الانفسہ**) جیسا کہ شیطان نے کہا تھا کہ "انا خیر منہ" کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔

اگر کوئی روزبروز اپنی خواہشات کو کم کرے اور اردگرد کی خواہشات

کو بھی کم کرے تو ایسے میں تعلق رابطہ قلب اور ایمان بہ خدا زیادہ سے
زیادہ ہوتا جاتا ہے سورہ مبارکہ والشمس بعد از اینکہ اس سورہ میں
چودہ قسمیں کھائیں تو فرمایا کہ
(قد افلح من زکیھا) فلاح اسی کے لئے ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک
واس کا تزکیہ کیا لہٰذا انسان اس حائل پردہ کو کم تر کرے تاکہ کلی طور پر
یہ پردہ رفتہ رفتہ ختم ہو جائے اور وہ حقیقت بین بن جائے

روحانی ہو جاؤ تاکہ عالم بن جاؤ

شہید ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب منیۃ المرید میں ایک حدیث
حضرت مسیحؑ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ علم آسمان
میں نہیں ہے کہ وہ اوپر سے آپ پر نازل ہوگا اور یہ کہ علم جوف زمین
میں نہیں ہے کہ زمین کا سینہ چیر کر باہر آئے گا بلکہ علم خود تمہارے اندر
(اور یہ علم ایک چشمہ کی مانند ہے کہ یہ چشمہ قلب آدم کے اندر ہے ،
۱۰ پہلے انسان ان حائل پردوں اور موانع کو دور کرے گویا اس چشمہ
بڑے بڑے پتھروں کی رکاوٹوں نے روک رکھا ہے لہٰذا پہلے ان
وٹوں کو ہٹایا جائے تاکہ یہ چشمہ جاری ہو سکے) لہٰذا فرمایا کہ روحانی
ب کے پابند بن جاؤ تاکہ علم کا حصول ممکن ہو۔ یعنی جب تک راہ و
ش غیر روحانی ہوگی اور مادیات کے ارد گرد رہو گے تو جو علم مربوط بہ
معنٰی و حقیقت و روحانیت سے ہے وہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا تمام
نع اور رکاوٹوں کو ہٹا دیا جائے اور مودب بہ آداب اھل معنٰی

ہو جائیں تب علم آپ کے قدم چوم لے گا۔

درس و تدریس کی کرسی پر دوسروں کو دعوت کی

مرحوم آیت اللہ سید حسن ترک کہ جو بزرگ علماء اور اہم مراجع تشیع میں سے تھے ۱۲۹۱ میں نجف اشرف میں وفات پائی اور کربلا میں آپ شریف العلماء اور صاحب ضوابط اور صاحب فصول کے شاگردوں میں سے تھے جب نجف اشرف کی طرف آپ نے ہجرت کی تو تمام علماء فضلاء آپ کے گرد حلقہ وار جمع ہوگئے اور آپ درس خارج میں مشغول ہوگئے ایک دن آپ کلاس میں درس دینے کے لئے ذرا وقت سے پہلے نجف کی ایک مسجد عمران میں تشریف لائے ابھی آپ کے شاگرد کلاس میں نہیں آئے تھے آپ مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اسی مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور کلاس ہو رہی تھی کہ جس میں ایک شیخ صاحب اپنے چند شاگردوں کو درس دے رہے تھے سید نے شیخ صاحب کی گفتگو اور لیکچر سنا کہ جو بہت ہی تحقیقاتی گفتگو تھی آپ ان کے لیکچر سے بہت خوش ہوئے دوسرے دن سید صاحب عمداً" جلدی اپنے وقت مقرر سے تشریف لائے اور گذشتہ دن کی طرح مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر لیکچر سننے لگے اسی طرح چند روز تک یہ عمل جاری رہا اور چند دن بعد آپ نے یقین کرلیا کہ یہ شیخ صاحب مجھ سے زیادہ فاضل و عالم ہیں اور میں نے انکے لیکچر سے استفادہ بھی کیا ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ شیخ بزرگوار "مرتضیٰ انصاری" ہیں کہ جو ابھی تازہ تازہ ایران کے سفر سے چار سال بعد

واپس لوٹتے ہیں اور ایران میں ملا مہدی زراقی کی محضر میں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ سید اپنے شاگردوں سے کہتے ہیں کہ شیخ انصاری مجھ سے بھی فاضل تر ہیں اور ان کا درس تمہارے لے مجھ سے زیادہ نافع ثابت ہوگا اور میں بھی انکے درس سے استفادہ کرتا ہوں لہٰذا آج میں اور تم ملکر ان کی کلاس میں شریک ہوں گے۔ اسی دن سے شیخ انصاری کی شہرت کو اور چار چاند لگ گئے اور رفتہ رفتہ عظیم مرجع بن گئے اور شیخ انصاری بھی سید بزرگواری کی بہت تجلیل و تکریم کرتے تھے اور تمام امور سید کے سپرد کر رکھے تھے اور شیخ انصاری کی وفات کے بعد ۱۲۸۱ میں تدریس کی کرسی آپ کے حصہ میں آئی اہل علم جانتے ہیں کہ جو شخص خود بہترین استاد ہو اور صاحب کرسی تدریس و مرجعیت ہو تو انصاف پر آئے تو خود بھی اور اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ مجھ سے زیادہ فاضل فلاں شخص ہے۔ اور تمام ریاست و امور کو اپنے سے عالم و فاضل کی طرف سونپ دیتا ہے تو ایسے شخص کا ایمان اور اس کی صداقت کس قدر قوی ہوگی کہ جس نے ہوائی نفس کو پایمال کیا اور رضائے خدا کی پیروی کی ہو۔ پس اگر ہوائی نفس درکار نہ ہو اور حقیقت میں حصول علم خدا اور خدمت خلق کے لئے ہو تو دیگر علوم بھی (مثل ڈاکٹری و طب وغیرہ) نور ہیں۔ چہ جائیکہ علم توحید و فقہ ہی ہو۔

امر بالمعروف و نہی از منکر دنیا میں سعادت اور آخرت میں سپر

بغیر کسی شک کے یہ بات مسلم ہے کہ امر بالمعروف و نہی از منکر دنیا میں سعادت اور آخرت میں سپر ہے۔ حضرت محمد مصطفیؐ کا ارشاد ہے کہ جب تک کہ مسلمانوں میں امر بالمعروف و نہی از منکر زندہ ہے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو اس وقت تک یہ لوگ سعادت مند ہیں۔ اور جب امر بالمعروف و نہی از منکر معاشرہ سے جاتا رہے اور ترک ہوجائے تو ان سے برکت جاتی رہتی ہے اور ایک دوسرے کے دست و گریبان رہتے ہیں اور نہ کوئی اس زمین میں ان کا یاور مددگار ہے اور نہ آسمانی مدد ان کے لئے شامل حال ہوتی ہے۔ جو بھی اس چودھویں ہجری میں مسلمانان جہان کے بارے میں ذرا مطالعہ کرے اور ان پر جو مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور ان پر ہر طرف سے پریشر ہے تو تحقیق سے مطالعہ کرنے والا جلد ہی درک کرلے گا کہ مسلمانوں کی ذلت کا راز کیا اور کس طرح وہ زیر پاء دشمن روندے جا رہے ہیں وجہ اس کی وہ ہی قول رسولؐ ہے کہ ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا (اس لئے کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی از منکر کو ترک کیا ہے) اور اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنی اجتماعی کاموں کو ایک دوسرے کے کاندھے پر ڈالنا چاہا' اور ترقی کے جو تین رکن اساسی تھے ان کو ادا نہ کیا اور وہ تین رکن یہ ہیں کہ امر

بالمعروف نہی از منکر اور خدمات بہ اجتماع مردم۔ اسی لئے اسلامی معاشرہ آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے اس روایت نے بعض افراد کو تعجب میں ڈال دیا مگر حقیقت مطلب وہی ہے کہ جو رسولؐ نے فرمایا کہ نیک کام اور جہاد در راہ خدا برابر ہیں بالکل اسی طرح جیسے لعاب دہن اور تمام نیک کام اور جہاد در راہ خدا برابر ہیں امر بالمعروف و نہی از منکر اس کی مثال اس لعاب دھن کے ہے کہ جو دریا کے درمیان میں گرے۔ اگرچہ یہ روایت افراد کو تعجب میں ڈالتی ہے مگر واقع مطلب سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اس لئے کہ نیک کام جہاد کے اثر سے وجود میں آتے ہیں لیکن جہاد یہ فائدہ رکھتا ہے کہ دین کو وجود بخشتا ہے مگر بقاء دین طولانی زمانہ تک اور نسل در نسل تک فقط از راہ امر بالمعروف و نہی از منکر سے ہی ممکن ہے پس اسی وجہ سے روایت ہے کہ ”مواد علماء افضل ہے شہید کے خون سے یعنی علماء کے قلم کی تحریر افضل ہے شہید کے خون سے اس روایت سے پتہ چلا کہ شہید دین کو وجود بخشتا ہے مگر قلم اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر علماء کے قلم کی تحریر نہ ہوتی تو شہداء کی زحمات در طول زمان اور مشکلات مختلف سے دوچار ہو کر نابود ہو جاتیں۔

مطلب کی وضاحت کے لئے ہم قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ اور اس کے ضمن میں جو امامؑ سے تفسیر نقل ہوئی ہے ہم اس کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ آیت یہ ہے کہ ”**ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن الله**“ (سورہ فاطر آیت ۳۲) ہم نے کتاب کو (یعنی قرآن کو) اپنے منتخب بندگان کو

ارشاد کے طور پر دے دی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ خود انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض جلدی کرنے والے ہیں۔ بہ تعبیر دیگر یہ کہ یا اصحاب شمال سے ہیں یا اصحاب یمین سے یا سابقین میں سے ہیں اس کے بارے میں بہت ہی ترجیں کی گئی ہیں اور متعدد وجوہات اور احتمالات دیئے گئے ہیں اور بہت سے ان وجوہات میں مانعتہ الجمع بھی نہیں ہیں یعنی ممکن ہے کہ یہ تمام وجو"ہات درست ہوں۔ ہماری بحث جس مقام پر ہے وہ معانی الاخبار کی ایک روایت ہے کہ جو حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوئی ہے کہ جس میں ظالم اور مقتصد اور سابق کو تعین کیا ہے امامؑ فرماتے ہیں کہ ظلم بہ نفس یہ ہے کہ انسان کی پوری کوشش یہ ہو کہ وہ خواہش نفسانی کو پورا کرے اور اپنا معبود بھی خود ہی کو تصور کرتا ہے۔ اور جس چیز کی بھی نفس خواہش کرے وہ ہر قیمت پر کرنے کو تیار رہے اور اس کے لئے زمینہ فراہم کرتا ہے اور اس خواہش نفس کے پیچھے اتنا ذلیل ہوتا ہے کہ وہ ہر خیانت کا مرتکب ہوجاتا ہے تاکہ اپنی تمناؤں کو پورا کرسکے۔ اگرچہ یہ مسلمان ہے مگر اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ جو بھی ریاست طلب ہیں چاہے وہ اہل علم سے ہو چاہے وہ غیر اہل علم سے ہو اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان کی ہمت اور خضوع اگرچہ خدا کے لئے ہونا چاہئے جبکہ یہ خواہش نفس کے لئے کرتے ہیں مثلاً" ان کی پوری ہمت محل و بنگلہ بنانے یا گاڑی وغیرہ میں صرف رہتی ہے اور یہ ہی ان کی کل کائنات ہوتی ہے اور اسی کے پیچھے وہ لگا رہتا ہے البتہ ہم نہ کار و بنگلہ کے منکر

ہیں اور نہ ہی دیگر وسائل زندگی کے اور اسی طرح ہم منکر نہیں ہیں دیگر مشاغل اور مقامات حکومتی کے کہ جو واجب کفائی ہیں بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہدف اصل غیر خدا نہ ہو اور یہ تمام امور فقط وسیلہ ہو نہ کہ ہدف و مقصد۔ اگر تمہارا نفس کرسی ریاست کا خواستگار ہو تو اس کو قبول نہ کرو مگر جب تمہیں کسی کی طرف سے پیشکش ہو اور یہ کہا جائے کہ اس کرسی کے آپ ہی سزوار ہو تو برائے اصلاح مسلمین اس دعوت کو قبول کرلو۔ اور اس سلسلے میں تمام سختیوں کو تحمل کرو اسی طرح اگر لوگ کسی مجتہد کے ارد گرد ہوں اور اس سے خواہش کریں کہ آپ اپنی کوئی کتاب یا رسالہ عملیہ دے دیں تاکہ آپ کی تقلید کریں تو بہتر ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرلے اور اگر خود خواہان مرجعیت ہے تو اس کو یہ اقدام نہ کرنا چاہئے کہ خود کو اس کام میں آگے آگے نہ رکھے ورنہ اس کی عبادات خود نفس کے لئے تھی۔

شیخ العلماء اور شیخ انصاری کی مرجعیت

کہتے ہیں کہ مرحوم حاجی میرزا حسن شیخ العلماء کے نجف میں انتقال کے بعد علماء و فضلاء نجف اشرف میرزا شیرازی مرحوم کے پاس گئے اور عرض کی کہ میرزا حسن فوت کرچکے ہیں اور تمام فضلاء و علماء آپ کی اعلمیت کے قائل ہیں لہٰذا آپ اجازت دیجئے کہ آپ کی توضیح المسائل کو منتشر کریں تو کہنے لگے کہ عجیب بات ہے کہ علماء کا اس قدر قحط الرجال پڑگیا کہ لوگ مجھ جیسے کی اعلمیت کے قائل ہوگئے؟ لہٰذا اگر ضرورت پڑ

جائے تو (اکل میتہ) مردہ بھی کھایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا میری توضیح منتشر کرسکتے ہو۔ اسی طرح شیخ صاحب جواہر کا جب انتقال ہوا تو علماء نجف شیخ مرتضیٰ انصاری کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی اعلمیت کی تصدیق تمام علماء نے کی ہے اور آپ ہی کو مرجع مانا ہے لہٰذا اجازت دیجئے کہ آپ کی توضیح کو منتشر کیا جاسکے۔ تو شیخ مرتضیٰ انصاری نے کہا تھا کہ ایام تحصیل کے دنوں میں میرے ایک (کلاس فیلو) ہمدرس بنام آقائے سعید العلماء مازندرانی تھے کہ جو مجھ سے ذہین اور مقدم ہیں اور ان کے پاس جاؤ۔ لوگوں نے ہی کہا وہ تو مازندران میں ہیں اور مازندران یہاں سے کافی دور ہے۔ شیخ مرتضیٰ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ وہ مجھ پر مقدم ہیں لہٰذا (مناسب نہیں ہے کہ میں اپنا رسالہ عملیہ تم کو دوں۔ علماء و فضلاء کا ایک وفد ناچار ہوکر مازندران سعید العلماء کے پاس آیا انہوں نے کہا کہ شیخ مرتضیٰ نے درست فرمایا ہے کہ میں نجف میں ان کے ساتھیوں میں سے تھا اور ان پر مقدم تھا مگر جب سے ایران آیا ہوں درس وغیرہ کا سلسلہ منقطع ہے اور شیخ اب تک مصروف ہیں لہٰذا شیخ مرجعیت کے لئے مقدم ہیں۔ علماء و فضلاء دوبارہ لوٹ کر شیخ انصاری کے پاس آئے اور کہا کہ اب تو جناب سعید العلماء نے بھی آپ کی ہی تصدیق کی ہے اب تو آپ کے لئے کوئی مانع نہیں ہے مقصد میرے کہنے کا یہ ہے کہ رسالہ دینے سے منع نہیں کرتا مگر رسالہ دینا اس وجہ سے کہ میں آگے نکل جاؤں دوسروں سے تو اس دوڑ کی نفی کرتا ہوں اس لئے کہ اگر نفس کے کہ تم مرجعیت پر آجاؤ تو ایسے میں ظالم النفس ہوا۔ مگر جب خدا چاہے

تو سبب بھی فراہم ہوجاتے ہیں اور یہ آخرت سے بہرہ مند ہونے کا وسیلہ بھی۔

اسی طرح دیگر مقامات حکومتی بھی ہیں۔ مثلاً "صدارت و وزارت اور وکالت یا مدیر اور دیگر اہم منصب کہ ان کو حاصل کرنے کے لئے خواہشات نفسانی کے پیچھے نہ رہے۔ لیکن اگر کسی جگہ سے آپ کو دعوت ہو ان کے عہدوں کے قبول کرنے کی تو برائے اصلاح امور مسلمین اس کو قبول کرلے۔ اور جو چیز موجب بنتی ہے کہ انسان ظالم النفس کہلائے تو وہ اس وقت ہے جبکہ انسان پیروی نفس کرے ایک اہل علم نے بہت ہی اچھی بات سے اس کو تعبیر کیا ہے کہ تم خود کو کسی منصب کے لئے آگے نہ کرو لیکن اگر تم کو کسی منصب کے لئے آگے کیا جائے تو نخرہ مت کرو۔ بہترین کام بھی اگر اپنے ہی نفس کے لئے ہو تو باطل ہیں اور یہ مسئلہ اتنا دقیق ہے کہ بعض اوقات کسی کا ملنا جلنا بھی مشتبہ ہوجاتا ہے اور اس کا نفس اپنے آپ کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور بعض مرتبہ ایسے کام کرجاتا ہے کہ انسان خود بھی نہیں سمجھ پاتا کہ میں کیا کرگیا۔ اور جب تک انسان ظالم النفس ہے تو وہ عوالم قلب سے بے بہرہ اور ایمان و شرح صدر اور تصدیق قلبی اور نفس مطمئنہ اور کمالات انسانی سے بھی محروم رہتا ہے اور جب تک وہ عالم نفس میں کھویا ہوا ہے تو وہ ان چیزوں سے مستفیض نہیں ہوسکتا۔ لیکن مقتصد وہ ہے کہ جو **"یحوم حول قلبہ"** ہے۔ جو شخص نفس کے حجاب و پردہ سے واقف ہے اور اس فکر میں تزکیہ نفس کرے اور جانتا ہے کہ حجاب نفس یہ مانع بنتا ہے قلب کے منور ہونے

سے تو وہ کوشش کرے کہ اس کے ساتھ مجاہدہ کرے اور تزکیہ کرے یہ وہ افراد ہیں کہ جو خطرات سے گزر گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مقام علم پر پہنچ سکیں اور اپنے کو محفوظ کیا ہوا ہے بہ تعبیر دیگر اس طرح کہوں کہ یہ نفس کو غذا نہیں دیتے اور اطاعت نفس نہیں کرتے کہ جس کی وجہ سے حجاب نفس غلیظ و ظلمانی تر ہو جائے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہے کہ جو ہمیشہ تزکیہ نفس میں لگا رہتا ہے اور صبح و شام اپنی فکر میں ہے اور اسی حواس میں ہے کہ کہیں شیطان اور نفس اس کو فریب نہ دیں اور یہ کہ یہ اپنے آپ کو اچھا کر کے میرے پاس آجائیں۔ اور اپنے آپ پر جو گمان رہتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میری نیت میں خلل ہو بس وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کنٹرول کئے رکھتا ہے اور مجاہدہ و تزکیہ میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

ریگستان کا واقعہ اور صدام کی ناکامی یہ آیات حق ہیں

یہ بات تو ہم سب کو معلوم ہی ہے کہ امریکہ نے جب طبس کے ریگستان میں شکست کھائی تو اس کو کس سبب ظاہری کی طرف نسبت دینی چاہئے۔ اس زمانے کی تمام طاقتور قوتیں اور جدید اسلحہ سے لیس اور مدتوں کی تمرین کے باوجود جب طبس کے ریگستان میں گرے تو وہی حال ہوا جو ابابیل نے اصحاب فیل کا حال کیا تھا۔ اور اس بات کو ہماری ملت کے افراد بخوبی جانتے ہیں کہ "انہ الحق" کہ یہاں ایک الہی غیبی

قوت کارفرما تھی' اور اسی طرح دیگر مرحلوں میں بھی امداد غیبی ہوتی رہی ہے۔ اسی طرح ہم پر جو جنگ حمل کی گئی عراق کی تو حقیقت یہ تھی کہ زمین ایسی فراہم تھی کہ ایک ہفتہ ہی میں کار تمام ہوجاتا اور سب مطمئن تھے کہ یقیناً ایران اس میدان میں مار کھاجائے گا اور کافی عرصہ تک دیگر ممالک اور صدام کے ہمسایگان اس کی ہر طرح سے مدد کرتے رہے جبکہ جمہوری اسلامی کی کوئی مدد کرنے والا نہ تھا لیکن جو لوگ محاذ جنگ پر موجود تھے اور مجھ تک مکرر یہ بات پہنچی ہیں کہ محاذ پر بھی الہی غیبی قوت کارفرما ہے کہ جو لشکر اسلام کی مدد کرتی ہے اور یہ وہ ہی قدرت ہے کہ جس نے پہلوی ملعون کو ذلیل و خوار کیا اور ملت ایران کو خالی ہاتھ کے باوجود کامیابی و کامرانی عطا فرمائی۔

مخلوق کی ثناء کرنا غلط ہے یعنی استحقاقی اور استقلالی ثناء کرنا۔ اگر کوئی کسی علم کے رتبہ پر فائز ہو اور اس کی ثناء کی جاتی ہے کہ اس کا مثل درکار نہیں ہے علیم مطلق خدا کی ذات ہے۔ اور تمام علوم کی بازگشت بھی اسی کی طرف ہوئی ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خدا کی طرف سے تعلیم دیے گئے ہیں۔ اور خدا ہی نے ان کو علم عطا کیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ازجت عطاء الہی ستائش و تعریف کرنا خوب ہے لہذا روایات میں نہی کی گئی ہے کہ خود کسی شخص کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے۔ اور بحارالانوار میں روایت ہے کہ چرب زبان اور چاپلوسی کرنے والے کے چہرہ پر خاک ڈالو۔ بعض افراد حکام و سلاطین کے لئے شعر کہتے ہیں اور چاپلوسی سے کام لیتے ہیں آخر وہ کس کھیت کی

سولی ہیں کہ ان کی موج سرائی ہوتی ہے موج بھی ایسوں کی کہ جو سزوار موج ہی نہیں ہیں۔ نہج البلاغہ میں خطبہ ہمام میں مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ "اذا زکی احد منھم خاف مما یقال لہ" کہ متقی اور شیعہ علیؑ وہ ہے کہ جب اس کی تعریف کی جائے تو وہ اس تعریف سے ڈر اور خوف محسوس کرے۔ لیکن جب انسان بھی یقین کرلے کہ یہ تعریف خوب ہے تو وہ توحید سے باہر نکل جاتا ہے اور یہ ہی وہ اشتباہ ہے کہ انسان ظاہر بین ہوجاتا ہے۔ اور شخص کو خود پر یقین نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر جو کچھ بھی اس کی تعریف ہوتی ہے تو وہ عطیہ الٰہی ہے اور حقیقت میں خدا سزاوار ستائش ہے اس لئے کہ یہ فہم اور یہ علم اور یہ قدرت کہ جو ہم رکھتے ہیں یہ سب خدا نے ہم کو عطا کی ہیں۔

مکرر میں نے یہ بات کی ہے کہ خدانخواستہ اگر کسی کو کوئی بیماری عارض ہوجائے کہ اس کا حافظہ چلا جائے تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ علم رکھتا تھا یا نہیں؟ بلکہ بعض اوقات تو نوبت یہ آتی ہے کہ ایسے شخص کو خود گھر کا پتہ نہیں چلتا اور راستہ فراموش کرجاتا ہے حتی کہ بچوں کا نام بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ اس کی مثال میرے سامنے موجود ہے کہ ایک شخص کہ جو مرحوم ہوگئے ہیں۔ پچاس سال سے بچہ کا نام جانتے تھے اور پکارتے رہتے تھے مگر اچانک حافظہ نے کام کرنا چھوڑا دیا ور بچہ کا نام ذہن سے جاتا رہا ہزار کوشش کی مگر یاد آکر نہ دیا۔ جبکہ بچہ کا نام بھی خود نے رکھا تھا اور پچاس سال سے اس کے نام سے مانوس بھی تھے لیکن جب حافظہ کام نہ کرے تو ہیچ ہے۔

توحید صفاتی کا بھی خیال کرو

کہا جاتا ہے کہ اگر مدح کرنے والا کسی کو مستقلاً" مدح کے لائق سمجھے اور مدح کرے تو وہ بھی مرحلہ صفات میں شرک شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح جس کی مدح کی جارہی ہے اور مدح سن رہا ہے وہ بھی اس مدح استقلالی کا یقین کرے اور خود کو مدح کا لائق سمجھے تو وہ بھی توحید صفاتی میں شرک کہلاتے ہیں۔ پس توحید صفاتی یہ ہے کہ تمام کمالات اور خوبیاں خداوند کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ حتی کہ وہ کمالات کسبی کہ جو بندہ کو حاصل ہوتے ہیں ان کی بازگشت بھی خدا ہی کی طرف ہے۔ ہر جمال خدا کا جمال ہے یہاں تک کہ جمال کسبی بھی خدا ہی کا جمال کہلاتا ہے۔ لہٰذا یہ مطلب بہت ہی دقیق ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اس قسم کے صفات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جبکہ وہ شرک صفاتی کے مرتبہ میں شکار ہوتا ہے پس جب تک انسان اپنے آپ کو اور پوری کائنات کو عاجز اور ناچار نہ سمجھے خدا کی معرفت بھی حاصل نہیں کرسکتا اور خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا اور ایسا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ عالم میرا بھی ہے اور خدا کا بھی ہے۔ بلکہ یا میرا ہے یا خدا کا ہے اور جب اس عالم وہستی کو اپنے لئے کہے گا تو اس عالم وہستی کو خدا کے لئے ثابت نہ کرے گا جبکہ یہ عالم اور پوری کائنات خدا ہی کے لئے ہے۔ اور سب کچھ اسی کی دین وعطا ہے۔ خداوند ہم سب کو اس قسم کے صفاتی شرک سے بھی محفوظ رکھے۔ (آمین)

اخلاص علامت ہے کہ انسان گناہوں سے بچا ہوا ہے

روایت سے ثابت ہے کہ جو کوئی بھی یہ گواہی دے کہ سوائے خدائے کے کوئی دوسرا خدا نہیں اور اس وحدانیت کے کلمہ میں خالص و مخلص بھی رہے تو جنت اس پر واجب ہوجاتی ہے اور اخلاص یہ ہے کہ خداوند نے جو چیز اس پر حرام کی ہیں وہ اس سے اپنے آپ کو باز رکھے۔ (اصول کافی)

بدی کا جواب بھی نیکی سے دینا

ایک دن حضرت امام سجاد علیہ السلام کے چچازاد بھائی نے آپ کے اصحاب کے سامنے آپ سے سخت اور اہانت والے لہجے میں بات کی مگر امام سجاد علیہ السلام نے اس کو کچھ بھی نہ کہا اور آپ ساکت رہے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے ساکت رہے۔ اگلے دن امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہم سب ملکر چچازاد بھائی کے گھر چلتے ہیں۔ جب آپؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس کے گھر پہنچے تو وہ دیکھ کر ڈرگیا کہ شاید امامؑ کل کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے بھائی جو کچھ تم نے کل میرے لئے کہا اگر وہ بات واقعی مجھ میں پائی جاتی ہے تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر وہ بات مجھ میں نہیں ہے تو خداوند عالم سے میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔ وہ شخص امامؑ کے دست و صورت کو چومنے لگا اور کل کی تمام بات پر شرمسار ہوا اور معافی چاہی۔ (سفینۃ

البحار) یہ ہے وہ راہ بندگی اب جو بھی اس پر چلے اور راہ ریاضت یہ ہی ہے نہ وہ ریاضت کہ جس کی شیطان نے راہ دکھائی ہو۔

انسان اگر بندہ حقیقی ہو اس ذات اقدس کا تو اس طرح ریاضت کرتا ہے کہ لوگ اس کو برا کہتے رہے مگر وہ اس کے مقابلہ میں پھر حسن سلوک سے پیش آتا رہے۔ اور یہی وہ ایک عظیم عمل ہے کہ انسان اس ایک عمل کی وجہ سے انقلاب پیدا کر دیتا ہے لہذا نفس پر کنٹرول بڑی ارزش و قیمت رکھتا ہے تمام حجابات کو رقیق تر کر دیتا ہے۔

جو تم نہیں جانتے تو اس کو جاننے کے لئے پوچھو

کسب علم کے بارے میں تین باتوں کا خیال رکھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

اول :۔ یہ کہ جو چیز تم نہیں جانتے تو اس کو جاننے والوں سے پوچھو۔ اور جہالت پر باقی نہ رہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان نادانی اور نہ پوچھنے کی وجہ سے جہالت میں رہتا ہے اور کبھی یہ جہل عقائد میں ہوتا ہے اور اسی شبہ پر باقی رہتا ہے۔ اور یہ جہل از عقائد کبھی ایمان پر بھی اثر کرتا ہے اور اصل اعتقاد ہی خراب ہوتا ہے۔ لہذا شرم و حیا کرنا کسی چیز کے پوچھنے میں یہ شریعت میں ناپسند کیا گیا ہے اس لئے کہ حکم ہے کہ "لا حیاء فی الدین" یعنی دین میں حیاء نہ کرنی چاہئے۔

دوم :۔ یہ کہ جو کوئی بھی کوئی مسئلہ یا مطلب پوچھے تو یہ پوچھنا استفہامی ہو یعنی اس سوال سے مقصد یہ ہو کہ کچھ سمجھنا چاہتا ہوں اس لئے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ذہن میں کوئی مسئلہ یا مطلب

لاتا ہے اور کسی عالم کے پاس آتا ہے تاکہ اس کا امتحان کرے اور اس کے جواب کو الجھائے جبکہ ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ سوال اس لئے ہو کہ میں کچھ سمجھنا چاہتا ہوں۔

سوم :- یہ کہ ایسا نہ کرنا چاہئے کہ جو چیز اپنے مطلب کی ہو اس پر تو عمل کرے اور جس چیز کا کبھی گمان کرے صرف اسی کا عمل کرے خصوصاً" عقائد اسلامی میں ایسا نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ جہاں تک ہوسکے انسان عمل میں احتیاط سے کام اور فتوے دینے سے پرہیز کرے اور ڈرے اور یہ ڈرنا اس طرح ہو کہ جیسا کہ کوئی شیر سے ڈرتا ہو۔ حتی کہ فتوی دینے میں بھی انسان احتیاط سے کام لے چاہے فتوی ہو چاہے حکم ہو بلکہ حاکم شرعی کے سامنے انسان مبسوط الید رہے۔ اور کوئی یہ نہ کہے کہ میری رائے یہ ہے کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اعمال نظر دے اس لئے کہ وہ عمل خود کے لئے اور دیگران کے لئے موجب ہلاکت ہوسکتا ہے کہ جس طرح ابلیس نے حکم خدا کے سامنے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے میں اپنی رائے کا اظہار کیا کہ میں آدمؑ سے برتر ہوں کیونکہ آدمؑ کو تونے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آتش سے اور یہ تمام احادیث کے ضمن میں باتیں تھیں اور حدیث یہاں ختم ہوئی ہے۔ خدا وندا ہم سب کو عمل میں کامیابی عطا فرمائے۔ -(بحار جلد۱)

یہ امور جو ہم نے ذکر کیئے ہیں مورد مذمت یا نہی واقع نہیں بلکہ ان تمام میں شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اور یہ امور مورد امر تشریعی الٰہی ہیں۔ جو مذموم اور ناپسند ہے اور

جس کی نہی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان بے بند و آزاد ہو یعنی انسان
حلال و حرام کی رعایت نہ کرے تو اس سے منع کیا گیا ہے پس اگر یہ
امور مورد علاقہ قلبی واقع ہو اس طرح سے کہ انسان انہی سے دل
لگائے اور اس دنیا میں آنے کا ہدف بھی یہ ہی جانے کہ سب کچھ یہ ہے
اور خدا کی دوستی اور آخرت سے بے پرواہ ہوجائے اور کمالات انسانی
سے غافل ہوجائے تو یہ چیز ناپسند ہے۔ انسان کی چاہت اور خواستہ قلبی
فقط اور فقط مادیات کو طلب کرتا ہو اور یہ مادیات ہی کو وہ مہم اور
حقیقت اور ہدف شمار کرے اور آخرت کو بے ارزش جانے یا
خدانخواستہ اس کو مشکوک و موہوم جانے یہاں تک اس کی خوشی اور
راحت اسی میں ہو کہ وہ شہوات تک پہنچے تو اس چیز کی مذمت کی گئی ہے۔
پس جس چیز کی سرزنش اور برا جانا گیا ہے وہ خود مربوط بہ حالات انسان
ہے کہ وہ ان امور میں کتنا حصہ لیتا ہے اور اسے کتنی اہمیت دیتا ہے۔

بدترین کام یہ ہے کہ کسی کو برائی کا حکم کیا جائے اور اچھائی سے روکا جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ طایفہ خثعم کا ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اسلام میں بہترین کام کیا ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا خدا پر ایمان لانا

پھر اس نے پوچھا اس کے بعد کونسا کام بہترین ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ صلہ رحم کرنا

اس نے کہا کہ صلہ حرم کے بعد کونسا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ امر بالمعروف و نہی از منکر ہے

پھر اس شخص نے پوچھا کہ کونسے اعمال خداوند کی نظر میں مبغوض تر ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ شرک بہ خدا

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ قطع رحم

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ مبغوض تر ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ امر کرنا برائی کا اور نہی کرنا اچھائی سے۔

پس مطلب بالا سے استفادہ ہوا کہ ایمان تمام فضائل کا سرچشمہ و اساس ہے اور صلہ رحم اجتماع و معاشرہ اور خانوادہ و قبیلہ کو تقویت ۱

بخشتا ہے۔ اور امر بالمعروف و نہی از منکر بہترین اجتماعات کو تشکیل دیتا ہے۔ اور قوت بخشتا ہے امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن امیرالمومنین علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں خداوند عالم کی ثناء فرمائی کہ تم سے پہلے کی امتیں صرف اس وجہ سے نابود ہوگئیں کہ انہوں اپنے آپ کو گناہوں میں ملوث کرلیا تھا اور ان کے مذہبی علماء اور وعظ و نصیحت کرنے والوں نے بھی ان کو اس انحراف سے نہ روکا۔ لہٰذا جب وہ لوگ معصیت میں غرق ہوئے تو دنیوی مشکلات میں بھی گرفتار ہوگئے۔

آپ بھی امر بالمعروف و نہی از منکر کرو اور جان لو کہ یہ کام موت کو نزدیک نہیں کرتا اور رزق کو بھی قطع نہیں کرتا۔ اور امامؑ نے جو فرمایا کہ ان کے علماء ان لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی از منکر نہ کرتے تھے تو یہ اشارہ ہے اس آیات کی طرف "کہ کیوں یہودی علماء اپنی قوم کے لوگوں کو جھوٹ اور ناحق گفتگو اور رشوت کھانے سے نہیں روکتے تھے اور یہ کام ان کا بہت ہی برا اور بدترین ہے۔

بعض وقت مکروہ سے روکنا بھی منکرات بن جاتا ہے

جو شخص بھی اپنی رائے ہی کو سب کچھ سمجھے تو وہ احمق سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ روایات میں ہے کہ احمق کی نشانی یہ ہے کہ اپنی رائے کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ بس سب کچھ اسی نے بہتر سمجھا ہے اور اب اگر کوئی اس کو سمجھانے کی بھی کوشش کرے تو وہ حاضر نہیں

ہے کہ کسی کی بات کو قبول کرے۔ اور جبر تو درکار نہیں ہے کہ اس کو جبراً" اپنی بات سمجھائی جائے۔ خداوند عالم ہم سب کو اپنی خاص ہدایت عطا فرمائے اور صراط مستقیم سے منحرف نہ ہوجائیں۔ اس لئے کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ ہم صراط مستقیم پر ہیں جبکہ حقیقتاً" وہ صراط سے ہٹ چکے ہوتے ہیں اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے مقصد ہی سے پشت کرجاتا ہے۔

مثلاً" چاہتا ہے کہ کسی کو برائی سے روکے اور اس روکنے ہی میں کئی برائیوں کا خود مرتکب ہوجاتا ہے (لہٰذا کہے کہ پروردگار میری ہدایت کر) یا مثلاً" کسی سے کوئی مکروہ کام دیکھا تو اس مکروہ سے باز رکھنے میں خود کئی حرام انجام دے دیتا ہے مثلاً کسی کو کھڑے ہوئے پیشاب کرتا ہوا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ او گدھے احمق کیوں کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہے۔ یا کوئی رو بہ قبلہ ہوکر یہ کام انجام دے یا مسئلہ نہ جانتا ہو لہٰذا آپ جب کسی مسئلہ سے ناواقف جاہل شخص کی ہدایت کرو تو نرم اور لین لہجہ میں اس کو سمجھاؤ نہ یہ کہ اس کے ساتھ ہاتھا پائی کرو یا غصہ سے اس کو بتاؤ اس لئے کہ آپ اس کو مسئلہ سمجھا رہے ہو کیونکہ ممکن ہے کہ جو شخص کھڑے ہوکر پیشاب کر رہا ہے بیٹھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے کسی مرض کی وجہ سے یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے لہٰذا وہ اس فعل کو انجام دے رہا ہے۔ لہٰذا اس کو شیریں سخن اور الفاظ کے جادو سے خوش اخلاقی سے سمجھانا چاہئے کہ بھائی اگر ممکن ہے تو بیٹھ کر بھی آپ پیشاب کرسکتے ہو۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کو کسی کام سے روکنے

کے لئے اس کی ہتک حرمت کرتا ہے اور اس کو ذلیل کرتا ہے۔ جبکہ ممکن ہے کہ وہ کام جو وہ دوسرا شخص انجام دے رہا تھا وہ چھوٹا کام ہو جبکہ اس کا ذلیل کرنا یہ گناہ بزرگ ہو اس گناہ سے۔

عابد و فاسق عوض ہو جاتے ہیں

روایت میں مذکور ہے کہ دو آدمی ایک فاسق اور ایک عابد کسی مسجد میں داخل ہوئے اور جب مسجد سے واپس گئے تو فاسق نیک اور عابد ہو کر نکلے جبکہ عابد شخص وہ فاسق ہو کر مسجد سے خارج ہوا اور یہ صرف ایک نکتہ کی وجہ سے ہوا کہ عابد فاسق ہوا اور ایک لحظہ کی غفلت سے بہشتی جہنم میں گیا اور جہنمی بہشتی بن گیا۔

روایت میں بیان ہوا ہے کہ جب وہ فاسق مسجد میں داخل ہوا تو اس کی نگاہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک عابد شخص پر پڑی لہذا وہ اپنے آپ پر اور اپنے کردار پر بڑا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ پروردگار میں اس سیاہ دل کے ساتھ کس طرح اس نیک اور عابد شخص کے پہلو میں بیٹھوں اور انکساری حقیقی ہی تو یہ ہے۔ لہذا وہ شرمساری کے ساتھ اس عابد کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اس عابد بدبخت کی نگاہ جب اس فاسق پر پڑی تو غصہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس قسم کا شخص مجھ جیسے عابد کے پہلو میں نہ بیٹھنا چاہئے اور اپنی عبادت پر غرور و عجب کرنے لگا یعنی ایک مٹھی بھر مسئلہ

جانتے ہوئے اپنے آپ کو مقرب خدا سمجھنے لگا جبکہ دانائی اور علم ہی سب کچھ نہیں ہے۔

آیا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عبادت بارگاہ خداوند میں مقبول ہے؟

آیا ہم کسی ایسے سجدے کو جانتے ہیں کہ وہ سجدہ حقیقی ہو اور بارگارہ خداوند میں قبول ہو؟

آیا دو رکعت با حضور قلب بجا لانا ہمیں یاد ہے؟

آیا ایسا تو نہیں ہے کہ کسی کے گناہ قلبی گناہان جسمی سے زائد ہو۔

پس جو بھی گناہوں پر شرمندہ اور شرمسار ہے پروردگار عالم کے نزدیک وہ ہی آبرو رکھتا ہے کیونکہ وہ توبہ کرنے والا اور پشیمان ہے۔

مگر وہ جو گناہ بھی کرے اور غرور بھی کرے تو آیا ایسا شخص کہہ سکتا ہے کہ میں بھی مقرب خدا ہوں؟

نہی از منکر مہمتر و مقدم ہے

جب یہ مطالب آپ کے ذہن نشین ہو گئے تو پتہ چلا کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر آیات و روایت کی روشنی میں خداوند کے اہم واجبات میں سے ہے اور جب کوئی واجب حقوق بھی ان کے ساتھ تزاحم کرے تو بھی اس امر بالمعروف اور نہی از منکر کے مقدم ہونے میں اس واجب حقوق پر کوئی شک نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی والدین میں سے یا فرزند یا دیگر اقارب میں سے نماز نہ پڑھتا ہو یا کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہو اور حالت یہ ہو کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی جائے یا ان کی کوئی مدد نہ کی جائے تو وہ اپنے اس زشت اور برے عمل سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں یا نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں تو ایسی صورت میں نہی از منکر واجب ہو جاتا ہے کہ ان کے ساتھ رحم نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے۔ یا مثلاً" یہ کہ کوئی سید شراب پیتا ہو (معاذ اللہ) تو اگر اس کے ساتھ احسان نہ کیا جائے تو وہ بھی شراب پینے کو ترک کر دیتا ہے اسی طرح ہمسایہ اور دوستان اہلبیت علیہم السلام کا حال ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبکہ ترک احسان نافع ہو تو واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر نیکی کے ترک اور مدد نہ کرنے پر بھی وہ متنبہ نہ ہو اور کسی طرح بھی وہ اس گناہ سے باز نہ آئے تو ایسے میں مدد کرنا اور احسان کرنے کی حرمت معلوم نہیں ہے اس لئے کہ مدد کرنا کسی معصیت کار کی اس وقت حرام تھی جبکہ اس کی

مدد نہ کی جاتی تو وہ بھی گناہ نہ کرتا (از جہت نہی از منکر) مگر جبکہ مدد کرنا اور نہ کرنا مساوی ہو اور احسان کرنا اور نہ کرنا مساوی ہو کہ وہ گناہ کو پھر بھی انجام دیتا رہے تو اس کی حرمت از باب نہی از منکر ساقط ہو جاتی ہے اور از جہت دیگر بھی یہ حرمت معلوم نہیں ہے۔ مثلاً" یہ کہ حرام ہے کسی بے نمازی کی مدد کرنا جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی مدد نہ کرنا سبب بنے کہ وہ نمازی بن جائے۔ پس اگر والدین یا اقارب دیگر نماز نہ پڑھتے ہوں اور ان کے ساتھ احسان کرنے کو بھی ترک کر دیا جائے تب بھی وہ نماز نہ پڑھیں تو ایسی صورت میں حرمت قطع اپنی حالت پر قائم و باقی ہے۔

امر بالمعروف میں مراتب کی رعایت کرنا ضروری ہے

ہم نے جو گزشتہ بحث میں یہ ذکر کیا کہ مدد نہ کرے اور احسان نہ کرے از باب نہی از منکر تقدم رکھتا تھا ان حقوق پر کہ جو "حق رحم اور بزرگی و ہمسائیگی وغیرہ پر جو کہ گزرا تو یہ اس وقت ہے کہ جسمیں یہ شرائط پائی جائیں۔

اول :۔ یہ کہ شرائط وجوب نہی از منکر کا خیال کرے کہ ان ہی میں سے ایک یہ تھا کہ احتمال تاثیر دے کہ میری بات اس پر اثر انداز ہو گی۔ پس یہ احتمال تاثیر وجود رکھے۔

دوم :۔ یہ کہ نچلے درجے تک اس ترک سے بے فائدہ ہو کیونکہ جیسا کہ آگے چل کر دیگر بحث میں نہی از منکر کی تفصیل آگے آئے گی کہ

مراتب کی رعایت کا خیال رکھا جائے یعنی جہاں تک ممکن ہو تو مرتبہ سہل و آسان کو پہلے اختیار کرے اور مرتبہ شدید تر کو اختیار نہ کرے پس بنا بر اس کے اگر ایسا ہو کہ مدد کرنا اور احسان کرنا یہ کسی کو گناہ کرنے سے روک دے تو اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ حتماً "اعانت و مدد و احسان کرکے نہی از منکر کرے۔ مثلاً" اگر والدین یا فرزند یا کوئی اقارب نماز نہ پڑھتا ہو جبکہ از راہ محبت اور احسان ممکن ہے کہ وہ نمازی بن جائیں۔ جیسا کہ اکثر اسی طرح ہیں اس لئے کہ "الانسان عبید الاحسان" اس لئے کہ انسان احسان کرنے والے کا غلام بن جاتا ہے اور اس کا کہنا ضرور مانتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ احسان نہ کیا جائے تو وہ کہنا بھی نہیں مانتا۔

خلاصہ مطلب یہ کہ جبکہ احسان و مدد کرنا اس کے گناہ کرنے سے کوئی ربط ہی نہ رکھتا ہو وجوداً" "وعدماً" واستمراراً" تو ان کی حرمت معلوم نہیں ہے بلکہ بعض موارد میں کہ جہاں حقوق مسلم شرعی ہو تو وہاں اعانت اور احسان کرنا واجب اور اس کا ترک حرام بن جاتا ہے۔ از کتاب گناہان کبیرہ جلد دوم صفحہ ۳۷

فحش و برے کام رشتہ داری کو ختم کردیتے ہیں

بہت سے بڑے ممالک میں زندگی اس قدر متلاشی اور بے راہ روی کی طرف چلی گئی ہے کہ اصلاً" عنوان رحم ملغی نابود ہوچکا ہے۔ کون باپ اور کون ماں، کون بھائی کون بہن، کون خالہ اور کون رشتہ دار؟ اور یہ

سب اس جگہ ہوتا ہے کہ جہاں زنا کی آزادی ہو جہاں نا مشروع کام کی آزادی ہو۔ بلکہ چند سال قبل کسی رسالہ میں لکھا ہوا تھا کہ لندن میں پانچ ہزار حرام بچے ایک سال میں تولد ہوتے ہیں یعنی پانچ ہزار حرام بچے بغیر باپ کے گورنمنٹ کے سپرد کیے گئے ہیں جبکہ یہ اطلاع بیس سال قبل کی ہے اب کیا حالت ہوگی اور یہ تعداد کہاں تک پہنچی ہوگی آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں بس جہاں اس قسم کا سماج ہو تو ایسے ہی بچے کل کے دن صدارت و وزارت کی کرسیوں پر بیٹھیں گے اور ان مٹھی بھر حرام سے پیدا ہونے والوں کے ہاتھوں بشرکت پتلی کا ناچ ناچے گا۔

بلکہ کسی نے یہاں تک بتایا کہ باہر کے ممالک میں یہ رسم ہے کہ لاکھوں روپیہ کی وصیت کرتے ہیں کہ فلاں فلاں بینک بیلنس وغیرہ میرے کتے کے نام ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ اولاد بھی رکھتے ہیں؟ تو کہا کہ ہاں وہ اولاد کے باوجود کتے کے نام پر وصیت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اولاد ان کی اپنی اولاد نہیں ہوئی اور وہ اس اولاد کو اپنی اولاد شمار نہیں کرتے۔

مسلمانوں کو اپنے دستورات اسلامی کی قدر جاننی چاہئے اور اس پر عمل کریں اس لئے کہ تمام رشتہ دار دور اور نزدیک کے آپ کے ساتھ مربوط اور متعلق ہیں آپ سب ایک ہی ہو لہذا نظام دنیا اور آخرت اسی صلہ رحم ہی میں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی از منکر عزت آور ہے

امر بالمعروف و نہی از منکر سے نہ صرف یہ کہ انسان ذلت سے محفوظ رہتا ہے بلکہ امر بالمعروف و نہی از منکر عزت آور ہے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر پروردگار کی دو مخلوق ہیں اور جو بھی ان کی مدد کرے گا تو وہ خدا کی نظر میں بھی عزیز ہوگا اور جو بھی ان سے بے اعتنائی کرے گا تو خدا بھی اس کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اور اس عزت و ذلت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ امر بالمعروف و نہی از منکر کرنے والے کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہ میں عزت پاتا ہے۔ اور جو امر بالمعروف اور نہی از منکر نہیں کرتا تو اس کی مذمت کیجاتی ہے اور وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ فحش و برائی دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہی کر رہا ہے اور حقیقت یہ ہی ہے کہ اجتماع و معاشرہ کی عزت ازراہ امر بالمعروف اور نہی از منکر ہی میں ہے اور ہر لاابالی تنہا اور بے حال ہے اور فقط اپنی ہی آسائش کو مدنظر رکھتا ہے

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کرتے رہو اور اگر ایسا نہ کروگے تو معاشرہ کے آوارہ اور شریر افراد تم پر مسلط ہوجائیں گے اور نیکوکار خدا سے دعا مانگنا بھی چاہیں تب بھی ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔ پس اس روایت سے پتہ چلا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر معاشرہ سے جاتا رہے تو فاسد ذہن رکھنے والے بے باک ہوجائیں گے اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی پوچھنے والا ہے تو ایسے افراد مسلط ہوجائیں گے

اور ایسے حالات میں ان سے مقابلہ بھی بے اثر ہوتا ہے اس لئے کہ قدرت اور طاقت ان کے ہاتھ میں ہے اور ایسے میں نیکوکار کی دعاء بھی اجتماع کو نجات نہیں دے سکتی اس لئے کہ خداوند عالم نے فقط دعاء مانگنے ہی کا حکم نہیں کیا ہے بلکہ ہر موضوع کے لئے علیحدہ علیحدہ اسباب ہوتے ہیں۔ پس اگر تمام دعائیں قبول کی جائیں تو گویا ایک نیا جہان وجود میں لائے کہ جہاں سبب و حسب درکار نہ ہو۔ جبکہ خود ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کی ہر دعاء مورد قبول قرار پائی مگر اس کے باوجود آپؐ دعاء کے علاوہ کام بھی انجام فرماتے' بلکہ بعض علماء سے یہاں تک سنا ہے کہ حضورؐ نے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے کسی مقام پر اصحاب کو جمع کیا اور جنگ کے لئے تمام کو آمادہ کیا اور حضرت علیؑ کو اپنے ہمراہ لائے اور اس وقت کی تمام مشکلات اور مصائب کے باوجود آپؐ نے خندق کھدوائی اور مسلمان تیار ہوئے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے باوجود اس کے کہ رسولؐ نے ان تمام اسباب مادی کو مہیا کیا تو اس کے بعد آپؐ نے اپنی دست مبارک کو اٹھایا اور لشکر اسلام کی کامیابی کی دعاء فرمائی۔ اب سوال یہاں اپنے جوان دوستوں سے یہ ہے کہ آیا رسولؐ دعاء کے اثر کو نہ جانتے تھے؟ آیا رسولؐ کے پیش نظر یہ آیت نہ تھی کہ (اگر تم خدا سے دعا نہ کرو گے تو خدا بھی تم پر اعتناء نہ کرے گا) سورہ فرقان جواب یہ ہی ہے کہ رسولؐ کو ان سب باتوں کا علم تھا اور آپؐ جانتے تھے کہ دعا کے لئے ساتھ ساتھ عمل بھی ضروری ہے لہٰذا ہم بھی رسولؐ کی سیرت پر اسی طرح

عمل کریں اور خدا سے کسی چیز کا سوال کرتے ہوئے ہم رسالت مابؐ کی گفتار و رفتار پر عمل کریں۔ اور ان لوگوں کی طرح عادت نہ کریں کہ جو صرف دعا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں بلکہ دعاء کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی انجام دیں۔

وہ احکام کہ جن کو اسلام کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے!!

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ابن تیمیہ کے زمانے سے اب تک وہ افراد کہ جو حجاز کے حکم پر کارفرما ہیں اور نئی نئی بدعتیں ایجاد کر رہے ہیں کہ ان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قبور کی زیارت اور قبور کو مس کرنا حرام ہے اور یہ کہ میت پر گریہ کرنا حرام ہے اور علاوہ اس کے دیگر اور حکم کہ وہ بھی حرام ہیں اس قسم کے حکم آپ نے کہاں سے گڑھے ہیں؟

جھوٹی حدیث بنا کر رسولؐ کی طرف نسبت دینا

کچھ حدیثیں جھوٹی ہیں حتی کہ جو حدیث ہم ذکر کر رہے ہیں اس کو عائشہ بھی قبول نہیں کرتی ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ **(ان المیت یعذب ببکاء اھلہ)** کہ میت پر رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ تم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام پر کیوں گریہ کرتے ہو اور کیوں سینہ پیٹتے ہو یہ سب تو حرام ہے اور اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا

کہ میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ قطعاً" یہ حدیث رسولؐ نے نہیں فرمائی ہے۔

اس قسم کے افراد کہ جو کسی کی کوئی بات بھی سننے کو تیار نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ رونا اور سینہ زنی وغیرہ وغیرہ حرام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ آپ لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جو بھی ضریح رسولؐ کو بوسہ کرتا ہے تو وہاں کے خدام اس کو مارتے ہیں ہم یہ سوال کرتے ہیں اس قسم کے افراد سے کہ آخر آپ کے پاس اس روکنے اور مارنے پر کونسی دلیل اور کونسا مدرک ہے؟

(لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ) اپنے آپ کو اللہ اور رسولؐ سے آگے اور مقدم نہ کرو۔ اگرچہ یہاں مطالب بہت ہیں مگر جو چیز ہم یہاں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ پر تقدم بھی حکم اور رائے میں ہے۔ یعنی اپنی رائے کو مقدم کرے خدا اور رسولؐ کی رائے پر۔

کتاب "عدۃ الداعی" میں ایک روایت حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ سے نقل کرتے ہیں کہ (مضمون اس کا اس طرح ہے کہ) قیامت کے دن میری امت کی ایک جماعت کہ جس کے اعمال بھی بہت زیادہ ہوں گے مانند پارچہ مصری کے سفید ہوں گے مگر ان کے لئے حکم ہوگا کہ (یومر بھم الی النار) کہ ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے۔ اصحاب نے کہا کہ مگر وہ تو نمازی ہوں گے حبیبؐ خدا۔ رسولؐ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ تارک الصلوۃ نہ ہوں گے اصحاب نے پوچھا کہ وہ روزے بھی رکھتے تھے۔ فرمایا

کہ ہاں وہ روزہ دار بھی ہوں گے۔ اصحاب نے کہا کہ پس کس وجہ سے ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ **(اذا لاح لھم شئی من الدنیا و ثبوا علیہ)** یعنی یہ نماز گزار اور روزہ دار جب بھی کوئی حرام مال دیکھتے تو اس پر ٹوٹ پڑتے تھے **(واثبہ یعنی کودنا اور کسی چیز پر گرنا کہ جس طرح بلی مچھلی کو پکڑنے کے لئے کودتی ہے تو یہ مقدس ماب بھی اس مال حرام پر کود پڑتے تھے۔ مثلاً "کسی کا باپ مرجائے اور اس سے کہا جائے کہ جو مال و ثروت تیرے پاس آیا ہے اس کو اپنے بھائی اور بہن میں بھی تقسیم کرو اور جو حق دار ہیں ان کو بھی دو اور کیوں تم ثلث پر عمل نہیں کرتے کہ جو تیرے باپ کا حق تھا تو وہ کہتا ہے کہ اس قسم کے دقیانوسی باتیں نہ کرو یہ بات وہ اس لئے کرتا ہے کیونکہ وہ تقویٰ والا دل نہیں رکھتا۔

سید کے لئے گناہوں سے پرہیز زیادہ ضروری ہے

سادات حضرات کو زیادہ گناہوں سے بچنا چاہئے اور وہ ہر گناہ سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی سید گناہ کرے گا تو دیگر سے دوبرابر عذاب کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ کتاب "وافی" میں روایت ہے کہ **(للمحسن منا اجران وللمسی مناعقابان)**

اگر کوئی سید کوئی نیک عمل بجا لاتا ہے تو وہ دو اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اگر گناہ کرے گا تو دو عتاب کا مستحق ہوگا اس لئے کہ ایک عتاب تو اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے گناہ کیا ہے اور دوسرا عتاب اور عذاب

اس وجہ سے ہو گا کہ اس نے اپنے اس مقدس نسب کی ہتک حرمت کی اور اپنے جدؐ کی اہانت کی۔ خصوصاً" وہ سیدانی عورتیں کہ جو بغیر پردہ کے گھر سے باہر نکلتی ہیں اور اپنے آپ کو سیدانی کہلاتی ہیں تو کل قیامت کے دن بھی تم دو عذاب کی مستحق ہوں گی ایک عذاب تو اس وجہ سے ہو گا کہ بے پردگی کے گناہ میں ملوث ہوئی اور دوسرا عذاب اس وجہ سے ہو گا کہ تم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ہتک حرمت کی اور ان سے اس مقدس نسبت کا خیال نہ کیا اس لئے کہ آپ علوی ہیں اور جانتی ہیں کہ آپ کا ان معصومہؐ سے کیا رشتہ ہے۔ لہذا اس قسم کے عمل سے خود آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ کی ہتک کی حرمت کی ہے۔ بلکہ لوگ تو یہ کہتے کہ فلاں سید ہے اس قسم کے کام انجام نہیں دے سکتا اس لئے کہ رسولؐ کی اولاد سے ہے لہذا وہ کیوں ایسے عمل کرے گا؟ داخلی دشمن ہونا تو سخت ہے ہی مگر اولاد دشمن ہو جائے تو ... ر سخت تر ہے۔ اسی لئے سادات کیلئے دو عذاب مقرر کئے گئے ہیں۔

پس سادات حضرات صالحین کی پہلی صف میں ہوں تاکہ دوسرے افراد بھی ان کی اقتداء کریں اس لئے کہ اولاد پیغمبرؐ زیادہ سزاوار ہیں عمل کرنے میں کہ وہ شریعت مقدس اسلام پر اور اس کے احکام پر عمل پیراں ہوں۔ اسی طرح سیدانی عورتیں بھی عمل میں آگے آگے رہیں عفت و عصمت وغیرہ میں اور اپنی جد ماجدہ زہرہؑ مرضیہ کی تابع رہیں تاکہ دوسری عورتیں ان سے درس لے سکیں اور ان کی اقتداء کریں اگرچہ یہاں کافی باتیں کہنی ہیں مگر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے گزرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایہا الذین امنوا ان جائکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالتہ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین

فاسق کی بات پر عمل درآمد نہ کرو

سورہ مبارک الحجرات میں قسمت اول میں خدا اور رسولؐ کے ساتھ کیفیت سلوک اور رعایت ادب کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا۔ آج سے ہم ان احکام الہی سے گفتگو کریں گے کہ جو عام بھی ہیں اور اہم بھی۔ اس لئے کہ یہ احکام معاشرہ مسلمین کے بارے میں ہیں کہ ایک مسلمان کا برتاؤ دوسرے مسلمان بھائی سے کیسا ہو پس اگر اسلامی معاشرہ کا ہر ہر فرد ان احکام کی پابندی کرے تو دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی سعادت ہے۔ اگر عمل نہ کرے تو دنیا کی زندگانی بھی بے مزہ اور حیات اجتماعی بھی فاسد ور آخرت بھی خراب۔

ان میں سے پہلا حکم کہ جو اکثر ہمارے مورد ابتلاء ہے اور اس آیت میں تہدید کے ساتھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی جھوٹا شخص کوئی خبر کسی مسلمان کے سامنے بیان کرے تو ہرگز اس پر عمل نہ کرو اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں آپ کو پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے اور بعد میں پشیمانی کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو اس کے لئے ہم آپ کی خدمت میں ایک مثال بھی دیئے دیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ آپ

کے گھر سے نکلتے ہی ایک نوجوان آپ کی عیال کے پاس گھر میں داخل ہوا' تو اس خبر کے سنتے ہی فورا" آپ کو یہ حق نہیں کہ اس کی بات کا یقین کرلیں اور مسئلہ کہیں سے کہیں پہنچا دیں۔ اور کورٹ وکیل اور طلاق تک نوبت پہنچ جائے۔ اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ نوجوان کہ جو آپ کے گھر میں داخل ہوا تھا وہ آپ کی بیوی ہی کا بھائی تھا۔ اور خبر دینے والا اس کو نہیں جانتا تھا اور اپنے غلط خیال کی بناء پر اس کو اجنبی سمجھا جبکہ وہ اسی شخص کا سالہ تھا۔ اور آپ نے بھی بغیر کسی تحقیق کے اس کے کہنے پر یقین کرلیا تھا اور بعد میں پشیمانی بھی یہ کہ اس کو طلاق دے دی۔ اسی لئے اکثر ہمارے معاشرہ کی بدبختی بھی اسی قسم میں شامل ہے کہ جو چیز جس کسی سے بھی سنی فورا" اس پر عمل شروع کردیتا ہے اور اسی عمل کرنے اور اس کی بات پر یقین کرنے سے کام خراب ہوجاتا ہے۔ حیف ہے اگر کوئی کسی کی بات سنتے ہی اس پر عمل کرے بلکہ اس قسم کے افراد کو غصہ سے تنبیہہ کرو اور اس کے پاس نہ جاؤ۔ اس لئے کہ اسی کی بات کی وجہ سے آپ میں جدائی' محرومیت' تفرقہ اور کینہ پیدا ہوا ہے۔

مومن ہمیشہ گناہوں سے بیزار رہتا ہے

آپ جانتے ہیں کہ صحیح مومن کون ہے؟

صحیح اور راشد مومن وہ ہی ہے کہ جو (کرہ الیکم الکفرو الفسوق والعصیان) کہ مومن اصلا" کفر سے نفرت کرتا ہے اور فسق و فسوق و

عصیان سے بیزار رہتا ہے۔

فرق بین کفر و فسوق و عصیان کو مختلف طریقے سے علماء نے ذکر کیا ہے کفر یعنی انکار۔ یعنی جب بھی کوئی بات ان سے کہی جائے تو وہ اس کا انکار کریں۔ اگرچہ یہ بات مسلم ہے کہ انسان نے فضاء پر اپنا کنٹرول حاصل کرلیا ہے اور چاند تک پہنچ گیا ہے مگر جب بھی کسی کے سامنے یہ بات کرو کہ قبر کی پہلی رات کیسی سخت ہوتی ہے تو وہ مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کفر کے یہ ہی معنی ہیں کہ نسبت بہ مبداء و معاد کا انکار کرنا۔

اور فسق یعنی گناہ۔ بعض افراد شقاوت کفر کی وجہ سے خدا' قیامت حساب' بہشت' جہنم وغیرہ کا انکار نہیں کرتے اور نہ ہی مذاق اڑاتے ہیں بلکہ اقرار کرتے ہیں ان تمام چیزوں کا مگر گردن کج ہوتے ہیں یعنی جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ تو کہتے ہیں کہ میرا دل نہیں چاہتا۔ اور خدا کو میرے اور تمہارے روزہ کی کیا ضرورت ہے لہذا اس قسم کا کلام فسق ہے۔ اور فسوق کے معنی بھی یہ ہی ہیں کہ اطاعت سے خارج ہوجانا اور بندگی سے خارج ہوجانا۔ اور خود کو بندگان کی صف میں شمار نہ کرنا۔ اور اس سے نچلہ رتبہ عصیان کا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ فسوق یعنی کبیرہ خصوصا" کذب کہنا۔ جبکہ عصیان مطلق گناہ کو کہا جاتا ہے صغیرہ ہو کہ کبیرہ۔

خلاصہ یہ کہ صحیح مومن اور خدا پسند وہ ہی ہے کہ جو کفر و فسق و عصیان سے نفرت کرے۔ نہ صرف یہ کہ لوگوں کے عصیان سے نفرت کرے بلکہ اگر خود بھی کوئی عصیان کرے یا کوئی اور عصیان کرے تو اس

سے بھی نفرت اور بیزاری ظاہر کرے۔ البتہ بعض افراد ایسے بھی آپ کو دیکھنے میں آئیں گے کہ وہ گالی گلوچ سے نفرت کرتے ہیں خصوصاً جبکہ کوئی ان کو دے مگر جب خود ہی اچھی خاصی گالیاں دے لیتے ہیں تو وہ ان کو بری نہیں لگتی۔ پس مومن حقیقی وہ ہے کہ جو فحش کو اس لئے کہ وہ معصیت ہے اس کو برا جانے اور نفرت کرے نہ صرف اس وجہ سے کہ کسی نے اسے فحش گالی دی تو وہ برا مان رہا ہے۔ مثلاً اگر کوئی عورت وضع خاص کے ساتھ کسی سڑک پر آئے اور خوشبو بھی لگی ہوئی ہو تو واقعاً ایک مومن کو اس کی اس حالت سے نفرت کرنی چاہئے چاہے وہ اس کی اپنی بیٹی ہو یا کسی اور مسلمان کی بیٹی ہو اس لئے کہ گناہ گناہ ہی ہے چاہے کوئی بھی کرے اور اس میں فرق نہیں ہے۔ پس اگر کسی کے مزاج میں گناہ کی تلخی آگئی تو ایسا شخص ہی صحیح اور اصلاح پسند مومن ہے اور یہ دلیل ہے کہ یہ شخص صحیح راہ پر گامزن ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ (اولٰک ھم الراشدون) کہ یہ ہی راشد اور صحیح راستہ پانے والے ہیں اور یہ ہی ہدایت یافتہ اور اہل کمال ہیں۔ پس صحیح مومن وہی ہے کہ جو گناہوں سے نفرت کرے۔ اگرچہ ہر مومن اور ہر مسلمان بھی اس مقام پر فائز نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں میں سے کوئی ایک مومن نکلتا ہے۔

"فضلاً" من اللہ و نعمتہ" خداوند متعال بھی اسی کو اپنا فضل عطا کرتا ہے کہ جو اس کا اہل ہو اور یہ آیت جبر نہیں ہے بلکہ کہنے والوں کا جواب ہے۔ "واللہ علیم حکیم" اور یہ کہ خداوند کا فضل اور اس کی نعمتیں اور اس قدر ایمان کا مرتبہ عطا کرنا اور رشد و صلاح یہ تمام اس

تلخی گناہ کی وجہ سے ہے کہ انسان گناہ کو تلخ شمار کرتا رہا۔ اور خدا تو دانا ہے جانتا ہے کہ کون نفوس شقیہ کا مالک ہے اور کون نفوس متمردہ کا مالک ہے۔ اور خداوند تو ہر شخص کو بہتر جانتا ہے اس لئے کہ "۔ علم السر واخفی" کہ اس کی حکمت آخری حدوں تک پہنچی ہوئی ۔ بقول کسی کے کہ کبھی بھی زعفران کسی گدھے کے آگے نہیں ڈالتے۔ اور یہ نور ایمان بے سروپا کو عطا نہیں کرتا۔ یہ ایک عجیب بلند مقام ہے کہ انسان اس منزل پر پہنچ جائے کہ ایمان اس کے نزدیک تمام اشیاء سے محبوب تر ہو جائے اور گناہ اس کو تلخ محسوس ہونے لگے۔ اور یہ تمام چیزیں پیروی معصوم ہیں کہ رب کا برھان اس کے نصیب میں قرار پائے اس لئے کہ وہ علیم ہے جانتا ہے کہ کسی کہ جگہ کہاں ہے اور حکیم ہے یہ حکمت بالغہ۔ لہذا وہ جب کسی کو کسی چیز کا مستحق دیکھتا ہے تو عطا کرتا ہے اور جب مستحق نہیں دیکھتا تو عطا نہیں کرتا۔ ایھا الناس: صبح سے رات تک جو بھی مادیات کے پیچھے ہیں اور ان کو سوائے بینک بیلنس کے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تو کس طرح ایمان کی شمع اس کے دل میں روشن ہو سکتی ہے جبکہ اس کی تمام تر فکر اسی میں لگی ہوئی ہے کہ ثروت کس طرح زیادہ کی جائے تو ایسا شخص مستحق ہی نہیں ہے کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع کو روشن کیا جائے۔

میزبان کی ناموس سے بھی اپنی آنکھ کو تاہ رکھے

ربیعہ ابن خثیم کے حالات میں ملتا ہے کہ وہ جناب ابن مسعود کے

دوستوں میں سے تھے۔ اور مدینہ میں ہر روز ملاقات کے لئے ابن مسعود کے پاس آتے اس لئے کہ ابن مسعود ایک قاری قرآن اور عالم فقہ تھے ربیعہ ابن خصیم آپ سے کچھ علم فقہ اور قرآن کی تعلیمات حاصل کرنے آتے۔ کچھ عرصہ وہ ابن مسعود کے پاس نہ آئے تو ابن مسعود کی زوجہ نے پوچھا کہ آپ کا وہ اندھا اور نابینا دوست نہیں آرہا ہے ابن مسعود نے کہا کہ میرا تو کوئی اندھا دوست ہے ہی نہیں تم کس کی بات کر رہی ہو۔ ابن مسعود کی زوجہ نے کہا کہ وہ جو ہر روز تمہارے پاس آتا تھا۔ ابن مسعود نے کہا کہ وہ تو اندھا نہیں ہے زوجہ نے کہا کہ جب بھی میری نگاہ اس پر پڑی تو وہ مجھے نابینا کی طرح، اس کی آنکھیں چڑھی ہوتی تھیں یعنی ربیعہ ابن خصیم اپنے میزبان کی زوجہ کی طرف کبھی نگاہ بھی نہ کرتا بلکہ اپنے آپ کو نابینا کرلیتے۔ قربان ایسی شخصیت کے کہ جو کسی کے گھر میں جائے اور سر تک بلند نہ کرے اور کسی کی ناموس اور زن و بچہ پر بری نگاہ بھی نہ رکھے۔ نعوذ باللہ اگر کوئی ایسا کرے تو یہ فعل انسان کی زندگی کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنے آپ کو محفوظ رکھے یہ تمام باتیں محبت اور دوستی کی علامت ہیں تاکہ اس کے ذریعہ ایمان بھی زیادہ ہو اور راہ خدا بھی درست ہو۔ لہذا انسان اپنے نفس کو ہوی و ہوس سے دور رکھے ایسا نہ ہو کہ کسی وقت بھی وہ خدا کی گرفت میں آجائے بلکہ ہر کام اس کا مرضی الہی کے مطابق ہو اگر کسی مریض کی عیادت ہو تو وہ بھی بہ جہت الہی اور اگر کسی جنازہ میں شرکت ہو تو وہ بھی بہ جہت الہی ہو گویا ہر کام میں خدا خدا ہو۔

ہر وہ چیز کہ جو اختلاف کا باعث ہو اس سے نہی کی گئی ہے:۔

اسی طرح جو چیز بھی موجب بنتی ہے کہ وہ دلوں میں نفرت پیدا کرے اور تفرقہ ڈالے تو اسلام نے اس کی نہی کی ہے بلکہ مومن کو رنج اور صدمہ پہنچانا اور اس کے دل کو ٹھیس پہنچانا حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ کام شیطان سے اتصال کا وسیلہ ہے جیسا کہ ہم پہلے ہی ذکر کرچکے ہیں۔ اور انہی حرام چیزوں میں سے کہ جو موجب بنتی ہے کہ تفرقہ پیدا ہو اور مومن کا دل رنجیدہ ہو وہ یہ ہے کہ استہزاء و **مسخرہ** ہے یعنی کسی مومن کا مذاق اڑانا۔ جس آیت شریف کو عنوان بحث قرار دیا اس میں واضح طور پر بیان کیا کہ "**یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم** یعنی اے مومنین اے اہل قرآن اے وہ لوگوں کہ جو کہتے ہو کہ "**ان الساعۃ آتیۃ**" تو یہ خطاب آپ سے ہے نہ کہ یہود و نصاریٰ سے اس لئے کہ وہ تو اس چیز کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ یہ خطاب ان سے ہے کہ جو قرآن کو حق' قیامت کو حق' محمدؐ کو حق مانتے ہیں تو یہ خطاب مسلمانوں ہی سے ہے کہ کسی مسلمان اور مومن کا مسخرہ کرنا اور اس کی ہتک حرمت کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کے افعال انسان کو ایک دوسرے سے دور کرتے ہیں اور انسان رحمت خدا سے بھی دور ہوجاتا ہے افسوس اس دوری پر کہ وہ شیطان کے وسواس کی وجہ سے اس کی باتوں میں آکر رحمت خدا سے دور ہوگئے اور تنہا رہ گئے۔ لہٰذا "**ولا یسخر قوم من قوم**"

یعنی مرد کسی مرد کا مسخرہ نہ کرے "ولا نساء من نساء" اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کا مذاق اڑائے۔ اور استہزاء کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی کو خوار اور بیچارہ کرنا کسی کو کوچک اور گرا ہو شمار کرنا۔ اس طرح کی بات کرنا کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں گرجائے اور پست شمار ہو بہتر یہ ہے کہ ہم اس مقام پر اس روایت کو ذکر کریں کہ جو اس آیت کے ذیل میں وارد ہوئی ہیں۔ دو تین مقام پر ای استہزاء سے متعلق القاب کے ساتھ ذکر ہوئی ہیں۔

ام المومنین صفیہ ' عائشہ اور حفصہ کے ساتھ

صفیہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں آپ حی ابن اخطب کی بیٹی تھیں اور یہ حی ابن اخطب ایک بڑا یہودی تھا جس وقت خیبر کا قلعہ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دست مبارک سے فتح ہوا تو حی ابن اخطب بھی مارا گیا یہ دختر کہ جو حی کی بیٹی تھی تو اس نے افتخار کرتے ہوئے رسولؐ کے ساتھ ازدواج کرنے کی تمنا ظاہر کی اور پیغام بھجوایا اور اس طرح آپ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ جب صفیہ حضورؐ کے گھر میں تشریف لائیں تو عائشہ اور حفصہ ان سے کہنے لگیں کہ تو تو یہودی ہے۔ اور تیرا باپ تو یہودی تھا۔ بیچاری وہ لڑکی کہ جس نے ابھی اپنے باپ کا صدمہ دیکھا اور تازہ اسلام سے مشرف ہوئی اور اس کو یہ شرف ملا کہ رسولؐ کے گھر میں رہے جبکہ یہ دو صفیہ کو ایسے ایسے خطاب سے نوازتیں اور کئی کئی باتیں کرتیں اور ندا"

اڑاتیں۔ صفیہ نے ایک دن رسولؐ سے ان دو کی شکایت کی۔ رسولؐ نے جب صفیہ سے ان کی یہ باتیں سنی تو آپؐ کو بہت رنج ہوا اور ناراحت ہوتے اور فرمایا کہ اے صفیہ تم نے ان دو سے یہ کیوں نہ کہا کہ "ھلا قلت ابی ہارونؑ و عمی موسیٰؑ و زوجی محمدؐ مصطفیٰ" یعنی تم نے ان دو سے یہ کیوں نہ کہا کہ میرا باپ ہارونؑ ہے اس لئے کہ میں پیغمبر ہارونؑ کی اولاد سے ہوں اور میرے عم بزرگوار موسیٰ بن عمران ہیں اور میرے شوہر تاجدار محمدؐ مصطفیٰ ہیں۔

پس پتہ چلا کہ جو اس قسم کی باتیں کرے اور جو مذاق اڑاتے وہ کیسا مومن اور کیسا مسلمان؟ اس لئے کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ کسی کو لقب زشت کے ساتھ پکارے۔ اس لئے کہ برے لقب سے پکارنا حرام ہے مثلاً "کسی کو یہ کہنا کہ تم وہ ہی ہو کہ جس کے مادر یا پدر ایسے ویسے تھے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ استہزاء اور مسخرہ مت کرو حرام ہے۔ "**عسی ان یکن خیرا" منھن" اے وہ اشخاص جو کسی مومن کا مسخرہ کرتے ہیں** تمہیں کیا معلوم کہ جس کا تم مسخرہ کر رہے ہو وہ خدا کی بارگاہ میں تجھ سے زیادہ بہتر ہو جبکہ تم تو فقط ظاہر کو دیکھ رہے ہو تمہیں کیا معلوم کہ پشت پردہ اس کا کیا مقام ہے اور تیرا کیا مقام ہے بلکہ کتنے ہی ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو کسی قسم کی شان نہیں رکھتے اور نہ ہی لوگوں کی نگاہوں میں وہ شان رکھتے مگر خدا کی بارگاہ میں وہ عالیشان و آبرومند ہو عزیز و شریف ہو اور صاحب مقام ہو "عسی ان یکن خیرا منھن" بس ایسے بھی فقیر ہیں جو خاک نشین ہیں دو لباس سے زائد لباس نہیں رکھتے مگر وہ خدا

کے نزدیک آبرومند ہیں محترم ہیں۔ اور مستجاب الدعوۃ بھی۔

عبدالغفار گمنام اور امام زمانہ ؑ کی امامت میں نماز کی ادائیگی

مجھے ابھی یاد آیا کہ شیراز میں ایک شخص مرحوم عبدالغفار آج سے اسی یا نوے سال پہلے زندگی بسر کرتا تھا اور رضا کارانہ خدمت انجام دیتا تھا مگر کا ملا" گمنام زندگی بسر کرتا شیراز کے ایک مدرسہ (مدرسہ خان) میں میں ایک حجرہ میں رہتا تھا اور کوئی بھی اس مرد بزرگ کے بارے میں اطلاع نہ رکھتا تھا کہ وہ صاحب کرامات بھی ہے۔ خدا کی توفیق شامل حال ہوئی اور اس کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ شریف کی اقتداء میں نماز اداء کرے' جو شخص ان سے اچھی طرح واقف تھا وہ مرحوم شیخ مہدی کجوری اعلی اللہ مقامہ تھے۔ اور یہ بزرگ مرد بھی علوم غریبہ سے واقف تھے اور اسی علوم کی نسبت ان کو جانتے تھے۔ مگر جب عبدالغفار کا انتقال ہوگیا تو یہ ہی شیخ اسی مدرسہ خان میں آئے اور اعلان کیا کہ مسلمانوں جانتے ہو کہ تمہارے درمیان جو شخص رہتا تھا وہ ایک گھر تھا اور مختصرا" ان کے حالات اور کرامات کو نقل کرنے لگے۔ اور آج تک ان کی قبر (دارالسلام قبرستان) شیراز میں محل اجابت دعا ہے اور ان کی قبر پر ظاہرا" شیخ کجوری کا لکھا ہوا بھی ہے تاکہ مومنین جائیں اور وہاں حاجت طلب کریں اور واقعا" وہ ایک بلند

پایہ مرد تھے۔ شیخ کجوری نے ان کی قبر پر لکھا ہے کہ "الذی تشرف بلقاء الحجۃ" انہوں نے گواہی دی ہے کہ یہ مرد وہ تھا کہ جو امام زمانہ ع سے ملاقات کرتا اور ان کی خدمت میں مشرف ہوتا اور امام کی امامت میں نماز پڑھنے سے بھی مشرف ہوا اور یہ عوالم معرفت کا علم اس مرد بزرگوار کو اس لباس سربازی میں حاصل ہوا کہ کوئی بھی ان کی طرف اس لباس میں اعتناء نہ کرتا تھا۔

تمہیں کیا معلوم کہ جس کا تم مسخرہ کر رہے ہو اور مذاق اڑا رہے ہو حقارت کی نظر سے اس کی طرف دیکھ رہے ہو شاید وہ دوستان خدا میں سے ہو۔ افسوس ہے اس شخص کی حالت پر کہ جو کسی کا مذاق اڑائے جبکہ وہ محبوب خدا سے ہو۔ اور تم کو معلوم بھی نہ ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ وہ کوئی دوست خدا سے تھا؟ تو ہم کیا جانیں "کہ کتنے ہی اولیاء خدا ہیں کہ "لا یعرفهم غیری" کہ غیر از خدا ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو پنہاں و پوشیدہ رکھتے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ ہر چھوٹے بڑے کا احترام کریں اور کسی کا بھی مذاق نہ اڑائیں اور نہ ہی کسی کی تحقیر کریں۔ کوئی چیز بھی میزان نہیں ہے کسی کی مقرب ہونے کی نہ (عمامہ) پگڑی ملاک و میزان ہے۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز۔ حتی کہ عجیب و غریب اندازے مقدس مابی بھی ملاک نہیں بلکہ حد اوّل تقویٰ ملاک ہے وریہ ہی کافی ہے۔ اور جو بھی خدا کے محبوب کا دل دکھائے گا تو گویا اس نے خدا کے ساتھ اعلان جنگ کیا ہے۔

مجرمانہ فلم کا نتیجہ بھی مجرمانہ ہوتا ہے

چند ماہ قبل اخبار میں پڑھا تھا کہ کسی شہر میں ایک دس سالہ بچے نے اپنے گھر میں اپنی تین سالہ بہن کو چاقو مار کر قتل کر دیا۔ بعد میں جب معاملہ کورٹ اور پولیس میں پیش آیا اور تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ یہ واقعہ اس وجہ سے پیش آیا کہ رات کو بچے نے ایک فلم جناتی دیکھی تھی (جس میں اس قسم کی واردات دکھائی گئی تھی اور اس کا اثر اس بچہ پر ہوا۔ لہٰذا تمام والدین سے گزارش ہے کہ اپنے گھر والوں کو اس قسم کی فلموں سے دور رکھیں اور بچوں کو قاتل بننے سے بچائیں۔ یہ بھی کوئی تفریح ہوئی؟ کہ جو شہوت کو ابھارے اور انسان کو ایک جنایتکار اور کثیف بنا دے۔ ہاں اگر تفریح ہی چاہتے ہو تو سالم تفریح کی طرف ترغیب کرو۔ اور قرآن اس بارے میں فرماتا ہے کہ **"قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا** (سورہ یونس آیت ۵۸)

انسان کو خدا کے فضل اور اس کی رحمتوں سے خوش باش رہنا چاہئے۔ انسان کو چاہئے کہ خدا کے فضل کو کرم کو نظر میں رکھے کہ یہ اتنا وسیع دسترخوان اور یہ روٹی اور ان نعمتوں کو جو خورد و نوش کرتے ہو تو یہ کیا ہے آپ تک پہنچا ہزاروں ہاتھ لگے جب جا کر یہ لقمہ تیرے نصیب میں آیا اور شاعر نے کہا کہ۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند
تا تو نانی بہ کف آری غفلت نخوری

کہ ہوا اور بادل اور ماہ و خورشید و فلک سب اس کام میں دخالت

رکھتے ہیں اور پھر کہیں جا کر یہ لقمہ میرے نصیب میں آیا یہ کیا لذت کم ہے۔

ہر ایک اپنے گناہوں پر نظر کرے

ہمارے لئے تو یہ گناہان صغیرہ اور کبیرہ ہی کافی ہیں کہ جنہوں نے تن بدن میں آگ لگا رکھی ہے حضرت علیؑ بھی خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے۔ اگرچہ وہ معصوم ہیں ہر گناہ سے پاک ہیں مگر انسانیت کو توبہ کرنے کا ڈھنگ سکھا رہے ہیں علیؑ اپنی حالت کو خود بہتر جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ اپنے رب کی بارگاہ میں جو گریہ کرتے ہیں وہ توجہ کا طالب ہے اور وہ حالت استغراق رکھتا ہے۔ لہٰذا انسان اپنے گناہوں پر نگاہ رکھے اور حضرت علیؑ کی زبان مبارک سے کہے کہ **الٰهی لئن جلت و جمت خطیئتی فعفوک عن ذنبی اجل واوسع** (مناجات امیر المومنینؑ) خدایا میرے گناہ پر ہو چکے ہیں اور میرا دل بیٹھا جا رہا ہے میرا دل سخت ہو چکا ہے۔ سراپاء گناہوں نے گھیر رکھا ہے مگر میرے گناہ زیادہ ہیں۔ اے پروردگار تیرا کرم اور تیرا عفو بھی کثرت رکھتا ہے تیرا عفو بزرگ تر ہے۔ میں کیا چیز ہوں تیرے عفو اور کرم کے سامنے؟ شاعر نے کہا

یا کریم یا رحیم اے پروردگار اب تک جو بھی میں اپنی عمر کے حصہ میں اول سے آخر تک انجام دے چکا ہوں اگرچہ وہ زبان سے تعلق رکھتا ہو یا آنکھ سے کان سے یا اعضاء و جوارح سے۔ جو بھی تیری رضاء کے خلاف انجام دیا اور جو بھی مجھ سے سرزد ہوا آج کے دن حضرت علیؑ کے

صدقے میں ان کو بخش دے۔ پروردگارا تو ہمارے گزشتہ اعمال کو عفو کردے ہم بھی آج اس علیؑ کی محفل میں تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ پھر کوئی گناہ نہ کریں گے۔ بلکہ اس طرح کہو کہ (**ولک یارب شرطی الا اعود فی مکروهک و ضمانی الا ارجع فی مذمومک و عهدی ان اهجر جمیع معاصیک** (صحیفہ سجادیہ دعاء توبہ) پروردگارا جتنی بھی تو میری مدد کرے گا مجھے قوت دے گا اتنا ہی میں بھی اپنے عہد و پیمان کی وفا کرسکوں گا کہ یہ (**ولا وفاء لی بالتوبہ الا بعصمتک ولا استمساک بی عن الخطایا الا عن قوتک** (صحیفہ سجادیہ)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی آخری گفتگو

میرے مولا حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ اپنی آنکھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا کہ (**هذا اخی رسول اللّٰہ اهذا عمی حمزه هذا اخی جعفر هذا اصحاب رسول اللّٰہ**) اور ایک ایک کو سلام کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ سلام ہو رسولؐ پر جعفر و حمزہ پر اور سلام کیا ان پر کہ جو آپ سے پہلے رخصت ہو چکے تھے۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو بھی مرتا ہے تو اس کے رفقاء وغیرہ جو اس سے پہلے لقاء اللہ ہو چکے ہیں وہ اس مومن کی روح کے استقبال کے لئے آتے ہیں حالت نزع کے وقت۔ اگر وہ مومن اہل صلاح سے تھا تو وہ اپنے صالح رفقاء کے ساتھ خوشی سے اور امن کے ساتھ چلا جاتا ہے اور روح پرواز کرجاتی ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے اس آخری لحات میں یقیناً" رسولؐ خدا اور دیگر انبیاء

اور اصحاب صالحین اور ملائکہ مقربین تشریف لائیں ہوں گے۔ انہی لحات میں آپؑ نے دو قرآن مجید کی آیت کی تلاوت فرمائی **"لمثل ھذا فلیعمل العاملون"** (سورت صافات آیت ۱۴) اور پھر فرمایا کہ **"ان اللہ مع الذین اتقوا والذینھم محسنون"** (سورہ نحل آیت ۱۲۸) ہر شخص آخرت کے لئے عمل انجام دے۔ اس جگہ کے لئے کہ جہاں اب علیؑ کا سفر شروع ہوا چاہتا ہے۔ اب علیؑ کے لئے وہ وقت آیا کہ جو بھی عمل انجام دیا جو بھی اس دنیا میں بویا ہے اس کو کاٹنے کا وقت ہے اس لئے کہ اب بونے اور تخم کاری کا وقت ختم ہوگیا اب کاشت کی باری ہے اب کٹائی کا وقت ہے اس چیز کی کہ جس کو میں پہلے سے بھیج چکا ہوں جو اعمال انجام دے چکا ہوں۔ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔) لہذا جیسا بوؤ گے ویسا ہی کاٹو گے۔

جو ہاتھ خدا کی بارگاہ میں بلند ہوتے ہیں تو بھرے ہوئے لوٹتے ہیں

کتاب اصول کافی میں ایک روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جو اپنے ہاتھوں کو دعا کے لے بلند کرتے ہو تو جب ان ہاتھوں کو نیچے کرو تو اپنے سینے اور صورت پر اس ہاتھ کو ملو (کیوں؟) اس لئے کہ خدا شرم کرتا ہے کہ جو ہاتھ میری بارگاہ میں بلند ہوا وہ کیونکر خالی لوٹے۔ تم اپنے ہاتھوں کو دراز کرتے ہو اور کہتے ہو کہ

مجھے فلاں چیز عطا کر۔ تو آیا وہ عطاء نہ کرے گا؟ یہ اس وقت ہے جبکہ طلب جدی اور یقینی نہ ہو۔ مگر جب انسان اس کی بارگاہ میں نیاز اور بیچارگی کے ساتھ ہاتھوں کو بلند کرے تو محال ہے کہ خدا اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑے اس کو سہارا نہ دے۔ محال ہے کہ اس کے ہاتھ کو خالی لوٹا دے۔ بلکہ یقین رکھو کہ پروردگار تمہارے ہاتھوں کو کبھی بھی خالی نہ لوٹائے گا بلکہ تمہارے ہاتھ بھرے ہوئے واپس لوٹائے گا۔ اور شاعر نے کہا۔

ہمیں یقین ہے کہ موت کے وقت علیؑ کی نظر مبارک ہماری طرف ضرور ہوگی اس لئے کہ آپؑ خداوند کے نمائندے ہیں۔ پروردگارا علی علیہ السلام کو ہماری مدد کے لئے، ہماری قبر میں نور کے لئے ہمارا شفیع قرار دے "**اسئلک الامن والایمان بک والتصدیق بنبیک**

حضرت امام حسینؑ عورتوں کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں

جب حضرت علی علیہ السلام کے جنازہ کو گھر سے باہر نکالا گیا تو عورتیں گریہ کرنے لگیں اہلبیتؑ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ اہل حرم نے چاہا کہ گھر سے باہر نکلیں مگر امام حسینؑ مانع ہوئے اور فرمایا کہ گھر ہی میں رہو، صبر کرو۔

اسی طرح جب آپؑ کربلا میں روز عاشوراء وداع آخر کے لئے خیمہ سے باہر نکلے تو سیدانیوں نے آپؑ کے دامن کو تھام لیا اور خیمہ سے باہر نکلنا چاہتی تھیں اور آپؑ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ امام مظلومؑ نے فرمایا کہ خیمہ ہی میں رہو۔ "علیکن بالصبر" صبر سے کام لو گریہ نہ کرو "ان البکاء امامکن" گریہ نہ کرو اس لئے کہ دشمن مجھ کو تانے دیتے

فصل دوم

امر بالمعروف و نہی از منکر
کا
میزان

(۱) فصل دوم

امر بامعروف ونہی ازمنکر کامیزان

ہر کام کے اصول ہوتے ہیں۔ اور جب بھی انسان ان اصول سے تجاوز کرجائے تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح امر بالعروف اور نہی از منکر کے لئے بھی اصول ہیں۔ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ اس واجب پر عمل پیرا ہو تو وہ ان اصول کے تحت امر اور نہی کو انجام دے۔ اور اگر وہ ان اصول کی رعایت نہ کرے اور اس کے شرائط کا خیال نہ رکھے تو امر بالمعروف اور نہی از منکر کے فائدے سے زیادہ اس کے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

نمونہ کے طور پر:۔ کہ بعض اوقات انسان ذرا شدت سے کام لے اس لئے کہ اگر نرمی سے بات کی یا نرمی سے پیش آئے تو اس جرم کا مرتکب ہونے والا اور جرات پیدا کرلیتا ہے اور جرم میں بھی زیادتی پیدا کرلیتا ہے دیگر یہ کہ امر بالعروف اور نہی از منکر کرنے والا اوضاع زمان اور مکان اور روحیات اشخاص کو بھی صحیح طرح سے پرکھے اور درک کرے اور جہاں نرمی سے مسئلہ حل ہوجائے تو شدت عمل کو اختیار نہ کرے۔ یا جیسے جو بچہ کسی کنویں یا آگ کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس کے لئے نرم زبان سے گفتگو کرنا مفید نہیں ہوتی بلکہ باپ اس کو تنبیہہ کرے

۱۵۶

یا جیسے وہ شخص کہ جو گناہ اور معصیت کے دریا میں غرق ہوگیا ہے اور قدرت نہیں رکھتا کسی بھی شدت عمل کی بلکہ شدت عمل سے پیش آنا اس کے مزید منحرف ہونے اور دشمنی بڑھانے کے مترادف ہے تو ایسے شخص کو نرم زبان اور شیریں بیان سے اس انحراف سے باز رکھا جائے۔

عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر بات نہ کرو۔ بلکہ ان کے ساتھ مدارات کرو اس لئے کہ لوگ آپ کے حملات کو تحمل کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔

زھری کہتے ہیں کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ آخری نصیحت حضرت خضرؑ کی حضرت موسیٰؑ کو یہ تھی کہ کسی کو بھی اس کے گناہ پر اس کی سرزنش نہ کرو۔ اور بہترین کام خدا کی نظر میں تین کام ہیں۔

اول:۔ یہ کہ جب ثروت اور دولت ہو تو رعایت اختیار کرو۔

دوم:۔ یہ کہ جبکہ ثروت مند ہو تو بخشش کرو اور نسبت بہ بندگان خدا تواضع کرو

سوم:۔ جو دنیا میں کسی کے ساتھ تواضع کرے اور اخلاق سے پیش آئے تو قیامت کے دن بھی خداوند اس کے ساتھ اسی طرح پیش آئے گا۔ اور ریشہ حکمت یہ کہ انسان خدا سے ڈرتا رہے اور خوف خدا رکھے۔

حجاب، اور نہی از منکر

نادانوں کی راہنمائی کرو

جب کسی کو کسی برے فعل سے باز رکھو اور نہی از منکر کرو تو شیریں زبان دلسوزی کے ساتھ یہ کام انجام دو۔ اگر کسی بے حجاب اور بے پردہ عورت کو دیکھو تو اس کو بھی شیریں زبان کے ساتھ کہو کہ بہن' یہ ایک اسلامی مملکت ہے اور اسلام کے کچھ احکام بھی ہیں اور قرآن میں ارشاد ہے کہ "ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن" عورت ہمیشہ پردہ اختیار کرے برہنہ رہنا حرام ہے۔ ملاء عام میں بے پردہ باہر آنا یہ اسلام کو کمزور کرتا ہے۔ اسلامی دستور کو کمزور کرتا ہے۔ عورت کے لئے ننگے سر ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ میں جانا زیبا نہیں دیتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہدایت کریں اور نہی اور زجر کا مرتبہ بعد از ہدایت ہے۔ کتنی ہی ہماری مائیں بہنیں شاید نہ جانتی ہوں کہ پروردگار عالم نے جو پردہ کا حکم دیا ہے تو وہ خود ان کی بہتری کے لئے ہے (سورہ نور آیت ۲۸)۔ لہذا عورتوں کو آگاہ کرتے رہو ان کو نصیحت کرتے رہو اور خود بھی ان کی مراقبت کرو۔ اور قدم با قدم حکم اسلامی کا خیال رکھو۔ اس انتظار میں نہ رہو کہ کوئی قانون ہی تم کو زبردستی اس کام پر آمادہ کرے۔

شہداء کے جنازہ میں شرکت کرو

شہیدوں کے جنازے میں ضرور شرکت کیا کرو ان کے جنازے میں شرکت مواقف اللہ میں سے ہے۔ کسی جنازہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام پاء برہنہ شرکت فرما رہے تھے "السلام علیکم یا انصار دین اللہ" شہداء اسلام انصار حسینؑ سے ہیں اس لئے کہ ان ہی شہداء نے حسینؑ کی پیروی کی ہے۔ صدام ملعون اس دور کا یزید ہے اور ہمارا لشکر لشکر حسینی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آج سے کوئی بھی عورت کسی بھی خیابان و شاہراہ پر سربرہنہ نظر نہ آئے۔ بلکہ خود باحجاب عورتیں ہی اس سربرہنہ عورت کے لئے کافی ہیں اور یہ باحجاب عورتیں اس سربرہنہ عورت سے کہیں کہ ہم تو اپنے جوان محاذ پر بھیجتے ہیں اس لئے کہ ہمارے شہر محفوظ رہیں۔ اور تم اپنی اس وضع مخصوص کے ساتھ ان کی محنت پر پانی پھیر رہی ہو۔ اور ہمارے وہ جوان کہ جن کے لئے کوئی مسئلہ اور مانع نہیں ہے وہ بھی ہمارے جوانوں کے ساتھ محاذ جنگ پر جائیں اور اس مملکت اسلامی کا دفاع کریں۔ اور اپنے تمام شہریوں سے گزارش ہے کہ جنگ کے دوران تمام لائیٹیں بند کردیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔

دفاتر میں لاپرواہ عورتیں

نہی از منکر کا ایک اور انداز:۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ کوئی عورت سربرہنہ کسی شاہراہ پر چل رہی ہے یا کسی ادارہ و دفتر میں کام کر رہی

ہے۔ یا جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ بعض دفاتر میں بعض عورتیں رومال جتنا کپڑا سر پر رکھ کر کام میں مشغول ہیں جبکہ ان کا بدن نمایاں ہے تو وہ خود ان کا مذاق اڑاتی ہیں یہ کہہ کر ہم حجاب اسلامی میں ہیں۔ جو بھی آپ میں سے کسی ادارہ میں جائے اور یہ وضع دیکھے تو وہ اعتراض کا حق رکھتا ہے۔ اور یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ بیت المال مسلمین سے حقوق اور تنخواہ لیکر تم اس طرح سے اسلام کے ساتھ خیانت کر رہی ہو۔ حیف ہے اس دفتر پر کہ جس میں اس قسم کی برہنہ عورتیں کام کریں یا جس دفتر میں رمضان کے روزوں کا پاس تک نہ ہو اور کھلم کھلا روزہ کا مذاق اڑایا جاتا ہو لہٰذا اس ادارہ کا منیجر اس بات کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اور میں نے بھی کوشش کی ہے کہ ایک ٹیم بنا کر مختلف اداروں کو روانہ کی جائے تاکہ جہاں کہیں بھی کسی ادارے میں وہ اس قسم کی خلاف ورزی دیکھیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ مناسب اقدام اٹھایا جا سکے۔

آپ جب بھی کوئی منکر دیکھیں تو خاموش نہ رہیں۔ خدا کے لئے اسلام کی نصرت کیجئے۔ بلکہ ہم سب پر حجت سے "شہداء للناس" بن جائیں اور ہم سب کو چاہئے کہ اسلامی پروگرام کو جاری کریں۔ آپ نے اسلامی پروگرام پیش کیا اور آپ اس پر عمل پیرا ہوں تاکہ یہ تمام معنی "خیرامتہ" آپ پر صادق آئے ۔ور آپ کی عورتیں عالم کی عورتوں کے لئے نمونہ ہوں اور آپ کے مرد پورے جہان کے لئے نمونہ ہوں۔ اور آپ ،گر امتوں کے لئے عبرت اور نمونہ بن سکیں۔

عورت ایران اسلامی میں نمونہ ہے

مغربی ممالک میں عورت کو بعنوان جنس میدان میں لاکر اس کی بولی لگائی جاتی ہے۔ مگر آپ تمام عورتوں پر اور بالخصوص ایرانی عورتوں پر لازم ہے کہ قرآن کے پروگرام کے تحت عمل کریں۔ اور وہ پروگرام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے حجاب اسلامی ضروری ہے۔ ایک مسلمان عورت کو چاہئے کہ اپنی حیاء اور عفت کو محفوظ رکھے۔ اور اس کی طرف مادی یا حیوانی نگاہ سے نہ دیکھا جائے بلکہ عورت کا مقام یہ ہے کہ اس کی طرف ایک انسانی نظر کی جائے اور ان کو محترم سمجھا جائے اور اس کی فضیلت انسانی کو محفوظ رکھا جائے۔ مغربی ممالک میں عورت کو انسانیت سے دور رکھا گیا ہے۔ اور ان کو انسانیت سے سروکار نہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ حیاء کیا ہے؟ ایک عورت کے لئے ضروری ہے کہ صفت کمالی حیاء اس میں بحد اعلاء تک پہنچی ہوئی ہو۔ اور اس کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ گلی کوچوں میں سروپاء برہنہ چہل پہل کرے۔ بلکہ ایک مسلمان عورت کو تمام جہان کی عورتوں کے لئے نمونہ ہونا چاہئے۔ اور اس کا اسکارف (مقنعہ) سینہ تک ہونا چاہئے اگرچہ بعض مرد جب تک موزہ و جوراب نہ پہن لیں تو وہ شرم محسوس کرتے ہیں گھر سے باہر نکلتے وقت۔ عورتوں کو زیادہ کرنی چاہئے جبکہ وہ بغیر جوارب کے پاء برہنہ گھر سے باہر نکلیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مرتبہ عکس مشاہدہ ہوا ہے۔ سب سے پہلی چیز کہ جس کا میں آج اعلان عام کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ تمام دفاتر وغیرہ میں عورتیں باحجاب کام کریں اور کسی

عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسلامی مملکت میں بغیر حجاب کے دفتری کام انجام دے۔

عورت کا کام کرنا شرط حجاب ہے

ہم یہ نہیں کہتے کہ عورتیں لازمی طور پر گھر ہی میں بیٹھی رہے اور گھر سے باہر کا کام ہی انجام نہ دیں۔ بلکہ گھر کے باہر کا کام کرنے میں وہ آزاد ہیں کہ حسب حال اور جوان کی شان کے مطابق کام ہے وہ انجام دے سکتی ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اسلامی پردہ کو مد نظر رکھیں۔ دفاتر وغیرہ میں عورتوں کا خدمت کرنا مانع نہیں ہے اور نہ کسی کام کرنے سے روک ٹوک مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی قسم کی آرائش کرکے نہ جائیں اس لئے کہ وہ خدمت کے بے لوث جذبہ سے سرشار ہو کر آتی ہیں نہ کہ حسن فروشی کے لئے۔ للذا تمام ادارات میں عورتیں حجاب اسلامی کی رعایت کریں تاکہ عورت کی اس شان اور احترام کو آشکار اور باقی رکھ سکیں نہ یہ کہ کسی عورت کو بعنوان جنس دفتر میں لایا جائے اور عموم مردم کے سامنے وہ اپنی زیبائی اور حسن کی آرائش کرے اور اس عمل سے عورت کی شان اور احترام کو کم کرے۔ عورت اور مرد ازجہت ایمان و اسلام مساوی ہیں یہ دونوں خدا کی راہ میں اور اسلام کے لئے خدمت کریں۔ اسی لئے قرآن مجید میں عورت اور مرد ازجہت ایمان و عمل صالح ایک ہی ردیف میں ذکر کئے گئے ہیں (سورہ احزاب و سورہ آل عمران)۔ الحاصل یہ کہ تحصیل کمالات انسانی میں ہم سب کوشاں رہیں۔

نہی از منکر عملی اور قولی

میرے نوجوان بھائیوں جب بھی آپ کسی گلی کوچے سے گزرو اور کسی بے حجاب اور بے پردہ عورت کا سامنا ہوجائے کہ جو میک اپ سے اپنے آپ کو مزین کئے ہوئے ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کرو اور لاپرواہی سے کام لو اس لئے کہ وہ اس خیال سے باہر نکلی کہ شاید لوگ میری طرف نگاہ کریں اور اس کے حسن کی داد دیں مگر جب وہ یہ دیکھے گی کہ معاملہ برعکس ہے اور مرد اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے بلکہ اظہار نفرت کرتے ہیں تو وہ اس عمل سے اپنے آپ کو باز رکھے گی۔ اور اگر مناسب حال ہو تو اس سے صرف اتنا کہو کہ احکام اسلامی پر عمل کرو۔ یہ جمہوری اسلامی ہے۔ لہٰذا تمام احکام اسلامی پر عمل ہونا چاہئے اور اتنا کہہ کر آپ گزر جائیں اور یہ تمام گفتگو ادب اور اخلاق اور نرم لہجے میں ہونی چاہئے۔ نہ یہ کہ معاملہ ہی الٹا ہوجائے۔ یقین جانئے کہ اگر اسی طرح میرے نوجوان دوست اس فارمولے پر عمل پیرا ہوں تو نزدیک ہی اس کا نتیجہ پائیں گے۔

از جملہ منکرات:۔ وہ عورتیں کہ جو سروپاء برہنہ خیابان اور شاہراہوں پر نظر آتی ہیں وہ ستم کار ہیں اس لئے کہ انہوں نے تمام عورتوں کی عفت اور ناموس کو رسوا کیا ہے اور اس عمل سے نوجوانوں کی ترغیب ہوتی ہے۔ لیکن میری مائیں بہنیں یاد رکھیں کہ پردہ خود ان ہی کے لئے بہتر ہے۔ اس لئے کہ ارشاد رب العزت ہے کہ حجاب خود

تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور یہ حجاب پاکیزہ تر اور آپ کی عفت محفوظ تر ہے۔ لہذا تمام مسلمان عورتیں کوشش کریں کہ اجتماعات میں تمام جہت تقوی کا خیال رکھیں تاکہ خداوند عالم کی برکات ہم سب کے لئے شامل حال ہو۔

اللهم اغفرلنا ذنوبنا واستر عيوبنا ووفقنا لما تحب ترضى

فصل سوم

شرائط
امر بالمعروف ونہی از منکر

فصل سوم

شرائط

امربالمعروف و نہی از منکر

امربالمعروف اور نہی ازمنکر میں سے ہرایک کے لئے شرائط ہیں

شناخت معروف و منکر

شرط اول:- جو شخص بھی امربالمعروف اور نہی منکر کرے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ منکر و معروف کو بخوبی پہچانتا ہو تاکہ بغیر معروف کا امر نہ کرے اور غیر ازمنکر کی نہی نہ کرے۔

احتمال تاثیر امر اور نہی میں

شرط دوم:- **احتمال تاثیر ہے۔** اگر یہ جان لیں کہ امر اور نہی میں غیر مستقیم بھی کمترین ثمرہ بھی حاصل نہ ہوگا تو امر اور نہی واجب نہیں ہے۔ اور یہ ایک قانون کلی ہے۔ مگر مطلب اساسی یہ ہے کہ امر اور نہی غالبا" اثر رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کا اثر محدود ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ

جہاں اشخاص متعدد اس وظیفہ کو انجام دے رہے ہوں اور کسی منحرف کو راہ راست پر لا رہے ہوں تو یقیناً" ان کا کلام اثر رکھے گا۔ اور جبکہ ہر شخص اپنے اپنے وظائف پر خود ہی عمل کر رہا ہو تو ایسے شخص کو وظیفہ شناس کہتے ہیں۔ پس بنا براین یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر اثر نہیں رکھتا۔ پس واضح ہوا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے وظیفہ پر عمل کرے۔

اور یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ ہر چند کہ کمال آمادگی اس کام کے وجود نہ رکھے مگر پھر بھی احتمال تاثیر کے تحت تکرار لازمی ہے اس کے علاوہ اگر وجود رکھتے تو یہ احتمال تاثیر ہی کافی ہے برائے حکم بہ وجوب امر بالمعروف اور نہی از منکر کے لئے پس اس بنا پر جب بھی کوئی ایک ہی شخص یہ جانتا ہو کہ میرا امر بالمعروف اور نہی از منکر کا تکرار اس میں اثر کرے گا اور فلاں شخص انحراف سے راہ راست پر آجائے گا تب بھی اس کے لئے واجب ہے کہ اپنے کام کو انجام دے۔ پس مرتبہ اول میں جب کوئی امر اور نہی کرے تو وہ بنیاد کا کام کرتا ہے اور وہ تاثیر رکھتا ہے۔

اور جب وہ احتمال دے کہ غیر مستقیم اس کا یہ عمل تاثیر کرے گا تو وہ اس کام کو انجام دے۔ اور محیط تحت تاثیر افکار و افعال قرار پاتا ہے۔ اور جب کوئی فرد یا کئی افراد مل کر کسی کی اصلاح کریں اور اس کو فساد اخلاقی سے باز رکھنا چاہیں تو ان کا یہ عمل محیط پر اثر انداز ہوتا ہے اور جو فرد بھی ان شرائط میں پرورش پائے گا تو یقیناً" وہ ایک صالح فرد

بن جائے گا۔

اب تک جو ہم نے اپنے قارئین محترم کی خدمت میں عرض کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو افراد ڈرپا یبحالی کی وجہ سے "عدم تاثیر" کا شور مچاتے ہیں تو وہ اصل میں اس اہم وظیفہ سے چھٹکارا اور فرار کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو افراد اس واجب کے مقابلہ میں اپنا دامن جھاڑ کر ایک طرف ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے کوئی عذر ہی نہیں ہے۔

اس وقت جہان میں جتنے بھی اسلام کی طرح وجود رکھتے ہیں۔ اور دیگر مکاتب جو اس وقت دنیا میں رواج رکھتے ہیں باوجود اختلاف فکری کے کہ جو تمام ادیان میں موجود ہے تو یہ سب کچھ فقط کوشش اور مجاہدت سے ہی دنیا میں پھیلے ہیں۔ اور یہ مذاہب ان کے رہبروں ہی کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

سچ پوچھے تو دنیا کی یہ حالت اور وضع دیکھنے کے بعد بھی آیا کوئی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر اثر نہیں رکھتا؟ اور تبلیغ کرنا بے فائدہ ہے؟

اپنے عمل سے پشیمان نہ ہوا ہو

شرط سوم:۔ تیسری شرط یہ ہے کہ منحرف شخص اپنی کجروی سے باز نہ آیا ہو اور اس کا ارادہ بھی نہ ہو اس کجروی سے باز آنے کا پس بنا بر دین اگر کوئی ناشائستہ کام کو انجام دے یا کسی واجب کو ترک کرے اور پھر اس کا پختہ ارادہ یہ ہو کہ اس کام سے باز آئے اور اپنے عمل پر

پشیمان بھی ہو تو ایسے شخص کو امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنے کے لئے کوئی مجال نہیں ہے۔ اور ایسے شخص کو امر اور نہی نہ کی جائے۔

امر اور نہی کرنے میں آمر اور ناھی کے لئے ضرر پیش نہ آئے

شرط چہارم:۔ جو شخص امر بالمعروف اور نہی از منکر کر رہا ہے اس کے لئے کوئی ایسا ضرر پیش نہ آئے کہ جو ترک واجب اور حرام کے انجام دینے سے زیادہ ہو تو ایسے میں امر بالمعروف اور نہی از منکر واجب نہیں ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو کہ جیسا جہاد کرنے کا حق ہے اور اس نے تم کو چن لیا ہے اور اسلام میں تم پر کوئی ضرر اور ضرار نہیں ہے۔ (ایسے کام کہ جو خود انسان کے لئے ضرر رساں ہیں یا جو دوسرے کے لئے نقصان دہ ہیں اسلام میں ممنوع ہیں) یہ شرط چند افراد کے لئے وسیلہ فرار بھی ہے۔ اور وہ اس شرط کے ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ امر اور نہی کرنے میں ہم کو ضرر ہے اور وہ ضرر یہ ہے کہ یا ان پر تہمت لگائی جاتی ہے یا اہانت کی جاتی ہے یا وہ ڈرتے ہیں کہ لوگوں کا ہم پر اعتبار نہ رہے گا یا .... لیکن ان کا یہ عذر مذاق سے مشابہہ ہے۔

آیا آپ نے صدر اسلام میں ان مسلمانوں کو نہ دیکھا کہ جو ان ہی دو واجب (امر اور نہی) کو انجام دینے کے لئے کس قدر ناراحتی اور فشار

اور مصیبتوں اور شکنجوں میں مبتلا ہوتے ؟

امر بالمعروف اور نہی از منکر ایک اہم بزرگ واجب ہے کہ اسی کی بدولت اور اسی کے وسیلہ سے دیگر واجبات برقرار ہیں۔

کسی بھی واجبات کو ترک کرنا۔

گناہوں میں سے جن گناہوں کو کبیرہ شمارہ کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کسی بھی واجبات الٰہی کو ترک کرے۔ صحیحہ عبدالعظیمؑ میں حضرت امام جوادؑ اور حضرت امام رضاؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور حضرت امام صادق علیہم السلام سے نقل ہے کہ کسی بھی ایسی چیز کو ترک کرنا کہ جس کو پروردگار عالم نے واجب قرار دیا ہو گناہ کبیرہ سے ہے اس لئے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی نماز کو عمداً اور جان بوجھ کر ترک کرے تو وہ امان خدا اور رسولؐ سے باہر نکل گیا اور حدیث کے الفاظ بھی کچھ اس طرح کے ہیں کہ "**اوشیئا**" "**مما فرض اللّٰہ**" **لان رسول اللّٰہ (ص) قال من ترک الصلوۃ متعمداً فقد بری من ذمتہ اللّٰہ وذمتہ رسولہ**۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے جن چیزوں کا امر کیا ہے ان کو ترک کرنا کفر سے ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے (سورہ بقرہ میں) یہ کہ وہ لوگ بعض کتاب اور دستورات کتاب آسمانی اور فرمان الٰہی پر عمل کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اور بعض دیگر کا کفران کرتے ہیں تو ایسے افراد کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ سوائے خواری در زندگی دنیا اور قیامت میں سخت ترین

عذاب میں مبتلا ہوں گے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو تو خدا اس سے غافل نہیں ہے۔ پس امامؑ نے فرمایا کہ خداوند نے ایسے افراد کو کافر جانا ہے صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے فرمان خداوندی کو ترک کیا اگرچہ ان لوگوں کی طرف ایمان کی نسبت دی مگر ان کے اس ایمان کو قبول نہ کیا اور اس ایمان کو ان کے لئے سود مند نہ جانا اور فرمایا کہ ایسے افراد کے لئے سوائے رسوائی در دنیا اور عذاب در آخرت کے کچھ نہیں ہے۔

پس اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی بھی واجبات الٰہی کو ترک کرنا کفر ہے جیسا کہ آیت مذکور میں فرمایا کہ وہ اس عمل سے بعض احکام کا کفران کرتے ہیں پس حدیث سے معلوم ہوا کہ واجب کا ترک کرنا گناہوں میں سے ہے۔ اور قرآن مجید نے اس پر وعدہ عذاب دیا ہے جیسا کہ آخری آیت میں فرمایا کہ ایسے افراد کی سزا سوائے رسوائی اور عذاب کے کچھ نہیں ہے۔ اور پھر معصومؑ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی کسی واجب کو ترک کرے یا کسی بھی گناہان کبیرہ کو بجالائے تو پروردگار عالم اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا اور اس کو طیب نہیں کرتا۔ راوی نے اس کلام کے سننے پر تعجب کیا اور کہا کیا واقعی خدا ایسے شخص پر اپنی رحمت کی نظر نہیں فرماتا؟ امام معصومؑ نے پھر فرمایا کہ اس لئے کہ وہ شخص مشرک ہوگیا ہے اور خدا کے لئے اس نے شریک قرار دیا ہے پھر راوی نے تعجب کیا اور کہا کہ کیا وہ واقعی مشرک ہوجاتا ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ ہاں، اس لئے کہ خدا نے جس چیز کا حکم کیا تو شیطان نے بھی اس کو کسی اور چیز کا حکم کیا۔ (یعنی خدا نے جس کا کرنے کا حکم کیا

شیطان نے اس کو ترک کرنے کا حکم کیا) پس جس چیز کا خدا نے حکم کیا اس کو اس نے ترک کیا اور شیطان کا کہنا مانا (کہ واجب کو ترک کیا اور حرام فعل انجام دیا) پس ایسا شخص شیطان کی اطاعت کرنے پر جہنم کے ساتویں درجہ میں شیطان کے ساتھ رہے گا۔ (اور یہ جگہ منافقین کی ہے) امامؑ کے بیانات سے ظاہر ہوا کہ مراد شرکت سے یہاں پر شرک در مقام اطاعت ہے جیسا کہ شرک کی بحث میں گزرا۔

فتنہ اور عذاب دردناک

ان ہی آیات میں سے کہ جس میں سخت تہدید اور وعدہ عذاب دیا گیا ہے خداوند کے حکم کی مخالفت پر وہ سورہ نور کی آیت (۶۲) ہے کہ وہ لوگ ڈریں گے جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں کہ کوئی بلاء یا دردناک عذاب ان پر آئے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ مراد اس فتنہ سے بلاء دنیاوی ہو اور عذاب الیم در آخرت ہو اور ممکن ہے کہ فتنہ اور عذاب ہر دو اخروی ہو۔ بہت سی روایات واجبات کی ادیگی کی اہمیت کے بارے میں آئمہؑ سے منقول ہیں انہی میں رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ شب معراج پروردگار عالم نے مجھ سے فرمایا کہ کوئی بندہ بھی میرے بندگان میں سے میرے نزدیک نہیں ہو سکتا مانند اس عمل کرنے والے کے کہ جس کو میں نے اس پر واجب کیا تھا (سورہ نور) اور پھر فرمایا کہ واجبات کو ادا کرتے رہو تاکہ متقین میں سے ہو جاؤ اور دیگر روایت میں فرمایا کہ بہترین لوگوں میں آپ کا شمار ہو۔ (سورہ نور)

واجبات کیا ہیں؟

ہر وہ چیز کہ جس کا خداوند نے امر کیا ہو اس طرح سے کہ اس کے بجا لانے پر ثواب اور اس کے ترک پر وعدہ عذاب ہو تو ایسے حکم کو فریضہ اور واجب کہتے ہیں۔ اور فرائض الٰہی کئی ہیں مگر انہی فرائض میں سے دین اسلام میں جو بناء اور اساس ہیں۔ یعنی اسلام کی بناء جن پانچ چیزوں پر وہ یہ ہیں۔ نماز' روزہ' زکوٰۃ' جہاد اور ولایت اور بعض روایات میں ان پانچ چیز کو ارکان دین اور شارع اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ صاحب وسائل نے کئی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد اس مضمون میں بیان کیا ہے کہ امر بامعروف اور نہی از منکر اقسام جہاد سے ہے۔ اور جہاد بھی توابع ولایت سے ہے۔ جیسا کہ روایت میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے اور خمس (جیسا کہ تفصیلی بیان ہوا کہ) سادات کے لئے زکوٰۃ کے عوض ہے۔ اور تبرّا بھی جز ہم ولایت سے۔ پس فروع دین اور اس کے ارکان دس ہیں۔

نماز روزہ حج زکوٰۃ خمس جہاد امر بالمعروف نہی از منکر تولا تبرّا

اور نماز کا ترک کرنا اور حج و زکوٰۃ و خمس کو ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ سے شمار کیا گیا جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا اور یہاں پر ہم بطور اجمال بقیہ امور کو ذکر کرتے ہیں۔

ماہ رمضان کا روزہ

○ماہ مبارک رمضان کے روزوں کا واجب ہونا ضروریات سے ہے اور اس کا منکر مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔ اور اگر کوئی ازروئی علم اور عمداً" بغیر کسی عذر کے روزہ کو ترک کرے جبکہ وہ اس کے وجوب کا منکر نہ ہو تو ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے گی۔ یعنی پچیس تازیانے لگائیں جائیں گے یا حاکم شرع جتنے تازیانے بھی مناسب سمجھیں لگوا سکتا ہے۔ اور اگر پھر وہ اس عمل کا تکرار کرے تو بار دوم بھی تعزیز ہوگی اور اگر تیسری بار بھی کرے تو قتل کیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی بھی بغیر کسی عذر کے ایک روزہ ماہ رمضان کا نہیں رکھے گا تو حقیقت ایمان اس سے خارج ہو جائے گا۔ اور پھر فرمایا کہ جو بھی تین مرتبہ روزہ ماہ مبارک رمضان کا بغیر کسی عذر کے نہیں رکھے گا تو ایسے شخص کو ہر تین مرتبہ امام کے پاس حاضر کیا جائے اور تیسری مرتبہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

جہاد در راہ خدا

جہاد بھی نماز اور روزہ کی طرح ارکان اور دعائم اسلام سے ہے جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح ہوئی ہے۔ اور آیات اور روایات اس کی اہمیت اور فضیلت میں اور اس کے ترک پر تہدید اور عذاب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جہاد کی بھی کئی قسم ہیں۔ قسم اول یہ کہ کفار سے جہاد کرنا اور

پہلے یہ بات ضروری ہے کہ کفار سے جہاد سے پہلے انکو اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس قسم کے جہاد میں چند شرائط ضروری ہیں اور ان ہی شرائط میں سے ایک یہ کہ امامؑ کی اجازت یا نائب خاص کی اجازت ضروری ہے۔ اور کیونکہ ہمارے اس زمانے میں امامؑ یا امام کا کوئی خاص نمائندہ موجود نہیں ہے للذا یہ جہاد ابتدائی ساقط ہے۔

قسم دوم :۔ قسم دوم جہاد کی یہ ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ کرنا کہ جنھوں نے مسلمانوں پر حملہ اور یلغار کردی ہو تاکہ اسلام اور اس کے آثار کو ختم کردیا جائے۔ اس قسم کے جہاد میں امامؑ یا نائب کی اجازت کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ عموم مسلمین پر حتی کہ عورتوں پر بھی بمقدار توانائی جہاد واجب ہے (بوجوب کفائی) تاکہ وہ حریم **من افطر یوما من شھر رمضان خرج روح الایمان منہ** (کتاب ثواب الاعمال صدوق)

اسلام کا دفاع کریں اور کفار کے شر اور فتنہ کو ختم کردیں۔

قسم سوم :۔ تیسری قسم جہاد کی یہ کہ وہ کفار کہ جو مسلمانوں کے اموال کو غارت کرنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے حملہ آور ہو تو ایسے کفار سے جہاد کیا جائے اگرچہ ان کی غرض اس حملہ سے تغیر دین اور دین کو نقصان پہنچانا نہ ہو تو ایسے جہاد میں بھی امامؑ یا نائب امامؑ کی اجازت شرط نہیں ہے۔

قسم چہارم :۔ چوتھی قسم جہاد کی یہ کہ انسان جان' مال اور ناموس کا دفاع کرے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جو بھی اس کو یا کسی اور مسلمان کو مارنا چاہتا ہے یا کسی کی ناموس یا کسی پر تجاوز کرنا چاہئے یا

کسی کے واجب الحفظ مال یا کسی مسلمان کو لے جائے تو بصورت توانائی اور امکان اور جبکہ کسی خطرہ سے محفوظ ہو تو خود اپنا بھی دفاع کرے اور دیگر کا بھی دفاع کرے بارعایت شرائط اور ان تمام جہاد کی اقسام میں احکام اور فروعات بہت زیادہ ہیں کہ جس کے لئے آپ کتب فقہی کی طرف رجوع کرسکتے ہیں کہ وہاں ان تمام موارد کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

مرحوم کاشف الغطاء نے کتاب اصل و اصول شیعہ میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ جہاد اسلام کے لئے جسد ایک محکم ستون کی مانند ہو اور اس جہاد ہی کی وجہ سے اسلام کی آواز سب کو سنائی دی اور اسی جہاد ہی کی وجہ سے مناطق اور دیگر شہروں میں دیانت اور شریعت کا پیغام پہنچا اور اگر یہ جہاد نہ ہوتا تو اسلام رحمت نہ ہوتا عالمین کے لئے اور انسانوں کے لئے برکت کا باعث نہ بنتا۔

جہاد میں جان کا نذرانہ اور مال اور قربانی کا جذبہ برسرپیکار رہوتا ہے تاکہ دشمن مغلوب اور ستم و تباہی ان سرزمین پر بوسیلہ جہاد مرتفع اور دفع ہوجائے۔

جہاد ہمارے عقیدہ کے مطابق دو قسم پر مشتمل ہے۔ ایک جہاد اکبر ہے کہ جس میں داخلی دشمن سے مقابلہ اور مقاومت کی جاتی ہے اور وہ دشمن داخلی ہی ہمارا نفس ہے یعنی اس میں صفات ناپسند کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے یعنی جہل و تجاوز پر حقوق اور ستم و کبر و غرور و حسد و بخل اور دیگر رذائل کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے تاکہ ان کو اس جنگ سے

دفع کیا جا سکے۔ جیسا کہ فرمایا کہ "اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک" "یعنی دشمن ترین دشمن آپ کا اپنا نفس ہے کہ جو دو پہلو کے درمیان میں واقع ہے۔"

اور دوسرا جہاد جہاد اصغر ہے اس جنگ میں خارجی دشمن سے مقاومت کی جاتی ہے۔ اور اس جنگ میں دشمن حق اور دشمن صلاح و فضیلت اور دشمن دین سے جنگ کی جاتی ہے۔

اس قسم کا مقابلہ کو جو نفس سے کیا جائے تو اس کا معالجہ بہت ہی دشوار اور صفات رذیلہ و غرائز کو کہ جو نفس میں مستحکم اور جاگیر کر گئے ہیں اور طبیعت ثانویہ کا حکم رکھتے ہیں یہ موجب بنے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس نوع مجاہدہ کو اپنے بعض کلمات مبارک میں جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور خود آنحضرتؐ اور آپ کے باایمان اصحاب رضوان اللہ علیہم نے بھی اپنی پوری زندگی ان دو جہاد میں صرف فرمائی۔ اور اسی وجہ سے اسلام کو اس کے انتہائی کمالات اور مجد و جلال تک پہنچایا ہے۔

اور اگر ہم ہم عنان قلم کو رہا کر کے مسلمانوں کے کل کے جہاد پر نگاہ کریں (صدر اسلام پر) اور جو حالت اب ہے اس کو تصور کیا جائے تو بجا ہو گا کہ ہم بجائے اشک کے خون بہائیں اور نالہ و چیخنے کے بجائے سینہ پھٹ کر باہر آجائے اور آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ مکھن یا کریم کس چیز کی بنی ہوئی ہے۔ اور کس چیز نے میرے دل کو اندوہ اور ہیجان آور کیا ہے۔ اور کس چیز نے آزادی گفتار اور اظہار دل کو مجھ سے

اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یہودیوں میں سے جو لوگ کافر ہوگئے ہیں تو زبان داوٗدؑ سے ان پر لعنت کی گئی ہے (اس لئے کہ ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار نہ کرنے کی حکم کی اطاعت نہ کی) اور بہ زبان عیسیٰؑ بن مریم (کہ اصحاب مائدہ کو نفرین اور لعنت کی) اور یہ ایسی لعنت تھی کہ جو موجب بنی ان لوگوں کے مسخ ہونے کی۔ اس لئے کہ وہ لوگ مخالفت میں حد سے گزر گئے تھے۔ اور ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ ان لوگوں کو اس بڑے کام سے باز نہ رکھتے تھے یہ بھی ان کا بڑا فعل تھا۔ (سورہ مائدہ)

اس آیت شریف میں نہی از منکر کے ترک کرنے والوں کے لئے بھی تہدید شدید آئی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کہ جو نہی از منکر نہ کرتے تھے وہ بھی مورد لعن پیغمبرانؑ قرار پائے اور مسخ ہوگئے جبکہ وہ اہل معصیت کے ساتھ شریک نہ تھے اور نہ ہی ان کی ان بری محفلوں میں شریک ہوتے تھے لیکن جب بھی یہ لوگ اُن لوگوں کو دیکھتے تو ان کے سامنے ہنس دیتے اور ان سے انس و محبت کا اظہار کرتے۔ (وسائل الشیعہ کتاب امر بہ معروف)

امر بالمعروف اور نہی از منکر روایات میں

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کرتے رہو ورنہ بڑے لوگ تم پر مسلط ہوجائیں گے۔ پس تمہارے نیک لوگ جتنی بھی دعائیں کرتے رہیں ان کی دعائیں مستجاب نہ ہوں گی

(وسائل الشیعہ)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی میری امت امر بالمعروف اور نہی از منکر کو ترک کرے تو قہر اور عذاب الہی کی منتظر رہے اور پھر فرمایا کہ خداوند دشمن رکھتا ہے اس مومن ناتوان کو کہ جو دین نہیں رکھتا۔ اصحاب نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ ایسا شخص کون ہے؟ فرمایاؐ کہ جو شخص نہی از منکر نہیں کرتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند نے حضرت شعیبؑ پر وحی کی کہ تمہاری قوم کے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کیا جائے گا۔ جن میں سے چالیس ہزار شریر قوم میں سے اور ساٹھ ہزار قوم کے نیک افراد ہیں کہ جن کو ہلاک کیا جائے گا۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ پروردگار شریر لوگ تو لائق عذاب ہیں مگر نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کیا جائے گا۔ ارشاد ہوا کہ یہ حضرات بھی اہل معصیت میں سے ہیں اس لئے کہ میرے غضب کرنے پر انہوں نے معصیت کاروں پر غضب نہ کیا اور منکر سے ان کو نہ روکا۔ (وسائل الشیعہ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس قوم کے لئے سخت ترین عذاب ہے کہ جو امر بالمعروف اور نہی از منکر کو ترک کرتے ہیں۔ (وسائل الشیعہ)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند نے لعنت نہ کی گزشتہ لوگوں پر سوائے اس کے کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی از منکر کو ترک کیا پس نادانوں کو گناہ کرنے پر عذاب ملے گا اور دانایان کو

بہ سبب ترک نہی از منکر لعنت فرمائی ہے۔ (نہج البلاغہ)

امر بالمعروف اور نہی از منکر کے شرائط

چار شرائط کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی از منکر واجب ہوتا ہے۔

۱۔ علم. معروف اور منکر۔ جو بھی کسی کو کسی عمل کے لئے آمادہ کرنا چاہے تو اس کو اس عمل کے واجب ہونے کا یقین ہو یعنی وہ عمل ضروریات دین سے ہو یا تمام علماء و مجتہدین کے اتفاقی مسائل سے ہو۔ اور اگر وہ مسئلہ یا عمل اختلافی ہو تو اس کا امر کرنا واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ جو شخص کسی عمل کو ترک کر رہا ہے وہ کسی ایسے مجتہد کی تقلید کرتا ہو کہ جو اس عمل کے بجا لانے کو واجب نہ کہتا ہو۔

اور نیز یہ کہ جبکہ احتمال دے کہ واجب کو ترک کرنے والا کوئی عذر شرعی یا عقلی رکھتا ہے تب بھی امر واجب نہیں ہے۔ اور اسی طرح نہی از منکر میں بھی لازمی ہے کہ جس چیز سے نہیں کر رہا ہے تو اس کا حرام ہونا مسلم ہو مثلاً" اگر کسی کو دیکھے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کی غیبت کر رہا ہے اور وہ یہ احتمال دے کہ یہ غیبت کرنا اس کا ان موارد جواز سے ہو کہ جہاں شرعاً" غیبت کا اذن دیا گیا ہے تو بھی نہی کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر ہتک کا موجب ہے تب بھی جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس چیز کا امر کرنا چاہتا ہے تو اس کا معروف اور نیک ہونا (حکماً" اور موضوعاً") معلوم ہو۔ اسی طرح جس چیز کے بارے میں نہی کرنا چاہتا ہے تو اس کا منکر ہونا (حکماً" اور موضوعاً") قطعی اور مسلم

ہو۔

۲۔ امر اور نہی کرنے پر احتمال فائدہ اثر بھی دیتا ہو پس اگر یقین کرلے کہ امر اور نہی کرنے میں فائدہ نہیں ہے تو امر اور نہی واجب نہیں ہے۔

۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے معنی کیا ہیں کہ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ بدترین اقسام جہاد یہ ہے کہ کلمہ حق جابر اور ظالم بادشاہ کے سامنے کہنا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کلمہ حق کہنا اس وقت ہے جبکہ اس کو اس کا امر کیا جائے بعد از شناسائی کے وہ بھی قبول کرے اور اگر وہ یہ جان لے کہ وہ قبول نہ کرے گا تو نہ کہے (وسائل الشیعہ۔ اور حدیث کے ظاہر کلام سے یہ پتہ چلا کہ گمان بہ تاثیر رکھتا ہو۔

پھر امامؑ نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر نسبت بہ مومن پندہ و نصیحت پذیری ہو تاکہ نصیحت و پند حاصل کرے اور جاہل کے لئے اس وقت ہے تاکہ وہ دانا ہوجائے۔ وہ صاحب قدرت افراد کہ جو نصیحت سننے اور نصیحت یاد کرنے کے لئے حاضری نہیں ہیں تو لازم نہیں کہ ان کو امر اور نہی کیا جائے۔ (اس لئے کہ فائدہ نہیں رکھتا)۔

۴۔ جس نے معروف کو ترک کیا ہو یا منکر کا مرتکب ہوا ہو، اور واجب کے ترک پر یا فعل حرام پر اصرار کرنے والا ہو۔ پس اگر اپنے عمل پر خود پشیمان ہوجائے اور معصیت سے کنارہ کش ہوجائے تو امر اور

نہی ساقط ہوجاتی ہے۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں پیشمانی کی علامت اس سے ظاہر ہو اور اس گناہ کے ترک کرنے کا عزم بھی رکھتا ہو تب بھی امر اور نہی ساقط ہے۔ ہرچند کہ ترک حرام یا فعل واجب اس شخص سے ظاہر اور معلوم ہو۔

۴۔ مفسدہ یا کوئی ضرر امر اور نہی کرنے پر نہ ہو پس بنا بریں اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنے پر گمان ہو۔ جانی ضرر کا یا آبرو کا یا مال کا یا کسی مسلمان پر ضرر ہو تب بھی امر اور نہی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے لیکن جس حدیث کو ہم نے اوپر ذکر کیا تھا اس کے ضمن میں یہ بتاتے چلیں کہ گرامی ترین اور باعظمت ترین شہید وہ شخص ہے کہ جو حق بات اور حق کلمہ کسی ظالم و جابر حکمران کے سامنے کہے اور وہ ظالم اس کو قتل کردے۔ تو یہ حدیث اس طرح محل اور تاویل کی گئی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ وہ کلمہ حق کہنے والا ابتداء ضرر اور مفسدہ کا گمان نہ رکھتا تھا بلکہ اس کا گمان یہ تھا کہ میرے کلام سے مجھ پر کسی قسم کا ضرر مجھ پر وارد نہ ہوگا اور کلمہ حق کہہ دیتا ہے اور قتل کردیا جاتا ہے۔

ضرر کا تھوڑا سا وھم و گمان قابل اعتناء نہیں ہے

جو حدیث امر بالمعروف اور نہی از منکر کے ترک کرنے والوں کی مذمت میں از لحاظ ضرر آتی ہے۔ مانند اس حدیث طولانی کے کہ جو حضرت جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ آخری

زمانہ میں اکثر ریا کار اور کم عقل ہوں گے۔ حدیث میں آگے چل کر فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کو واجب نہ جانیں گے مگر جبکہ ضرر سے امان میں ہوں گے اور اپنے لئے عذر اور بہانہ تلاش کریں گے یعنی برائے فرار از نہی از منکر عذر تراشی کریں گے پھر امامؑ نے فرمایا کہ نماز اور روزہ اور دوسری عبادات کہ جس میں کچھ بھی ضرر نہیں ہے نہ نفس کو ضرر ہے اور نہ مال کو ضرر لہٰذا وہ ان عبادات کو بجا لائیں گے۔ اور اگر یہ اعمال خود انکے لئے ضرر کا باعث بنتے تو وہ ان کو بھی ترک کردیتے۔ جیسا کہ بزرگ ترین واجب الٰہی کو کہ جو امر بالمعروف اور نہی از منکر ہے اس کو ترک کیا اس لئے کہ انہیں ضرر پہنچنے کا ڈر تھا۔ اس قسم کی احادیث کو دو طرح سے حمل اور تاویل کرنا ممکن ہے۔

اول۔ یہ کہ مراد از ضرر ان روایات میں ضرر وھم یا ضرر مشکوک ہے۔ بلکہ صرف اس احتمال کے ہوتے ہوئے کہ شاید از جہت امر و نہی ان کو ضرر پہنچے گا تو وہ اس کو ترک کردیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ حالت دلیل ہے ایمان کے ضعیف ہونے کی اور دینداری کے سست ہونے کی لہٰذا ایسا شخص مورد تو قابل مذمت واقع ہوا ہے۔

دوم۔ یہ کہ مراد ضرر سے ضرر جزئی اور کم ضرر ہے۔ کہ یہ ضرر عاقل اور دیندار کے نزدیک قابل اعتناء نہیں ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شخص یہ توہم کرتا ہے کہ حرام کے مرتکب ہونے پر جو نفع کی طمع رکھے ہوئے ہے تو وہ اس سے محروم ہوجائے گا لہٰذا اس کو نہی نہیں کرتا۔ درحالیکہ اس کے لئے خدا کے نزدیک کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ نہی از منکر

کو ترک کرے خلاصہ یہ کہ جب بھی کوئی مفسدہ یا ضرر کہ جو موردِ اعتناء عقلاء ہو جو کہ معلوم یا مظنون ہو کہ اگر امر بالمعروف یا نہی از منکر کیا تو وہ ضرر یا مفسدہ اس کو پہنچے گا تو اس حال میں امر اور نہی ساقط ہو جائے گا۔

اہم اور مہم کی رعایت ضروری ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وجوب کا ساقط ہونا اس صورت میں ہے جبکہ امر اور نہی کے ترک پر ضرر بھی مترتب نہ ہو۔ اور اگر ضرر مترتب ہو تو چاہئے کہ مراتب ضرر کی رعایت کی جائے یعنی اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر کے ترک کرنے کا ضرر ان کے بجالانے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے تو چاہئے کہ امر اور نہی کو ترک نہ کرے۔ اور اگر ضرر بیشتر حاصل ہوتا ہے ان کے ترک کرنے کے مقابلہ میں تو امر اور نہی کو انجام نہ دے مثلاً " اگر کوئی یہ دیکھ رہا ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا جا رہا ہے یا اس کی ناموس پر حملہ ہے اور وہ دیکھنے والا شخص قدرت رکھتا ہے کہ اس کو اس فعل سے منع کرے اور روک دے اور اس کے مانع ہو جائے اور اس کا مانع ہونا اور روکنا اثر بھی رکھتا ہو (لیکن اس کو اس مراحل میں کچھ گالیاں اور مصیبت اور پریشانی بھی دیکھنی پڑتی ہو) تو یہاں اس کے لئے لازم ہے کہ نہی از منکر کرے اس لئے کہ جو ضرر اور نقصان اس کو اس نہی از منکر کرنے میں اٹھانا پڑ رہا ہے وہ اس ضرر کی نسبت ناچیز اور کم ہے کہ جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچے گا اس کے نہی از

منکر کو ترک کرنے کی وجہ سے۔

مقصد ہمارا کتاب کو خلاصہ کر کے پیش کرنا ہے لہٰذا اسی قدر بیان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نہی از منکر کے مراتب

نہی از منکر کے تین درجہ اور مرتبہ ہیں

انکار کرنا قلب سے زبان اور ہاتھ سے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے درجات ہیں کہ ان کی رعایت واجب ہے یعنی جب تک مرتبہ سہل اور درجہ آسان ہے نہی از منکر ممکن ہے اور اثر بھی کرتی ہے تو درجہ دوم و مرتبہ دوم کو جو سخت تر مرتبہ ہے اس سے نہی از منکر جائز نہ ہوگا۔ ہم اس کو اب کچھ واضح الفاظ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ

اول۔ انکار قلبی:۔ ضروریات ایمان سے ہے کہ جو شخص بھی حرام یا منکر دیکھے تو اس سے نفرت کا اظہار کرے اور وہ اس کو برا سمجھے اور ہر معروف اور نیک کام کو دوست رکھے۔ اور جب بھی اس کے سامنے کوئی فعل حرام کا مرتکب ہو تو اس سے کراہت قلبی کے ساتھ اظہار کرے۔ اور اس حرام سے منہ موڑے۔ اور اس حرام کے انجام دینے والے سے ترش روئی اور ناراضگی کی حالت میں منہ پھیرلے اور اس سے بات نہ کرے یا اگر بات کرنے پر مجبور ہے تو منہ پھیرلے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اہل معصیت کے ساتھ ناراضگی اور ترش روئی کے ساتھ برخورد اور سلوک کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند نے دو فرشتوں کو کسی شہر کی طرف بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہلاک کردیا جائے جب یہ دو فرشتے اس شہر میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عابد عبادت میں مشغول ہے تو ان فرشتوں نے بارگاہ خدا میں عرض کی کہ خدایا فلاں بندہ عبادت میں مشغول ہے ۔ ہم کس طرح اس شہر پر عذاب کریں۔ آواز قدرت آئی کہ اس عابد شخص کی طرف اعتناء نہ کرو اور اس کی عبادت ارزش نہیں رکھتی اس لئے کہ اس نے کبھی بھی میرے لئے بندگان غضب نہ کیا اور اپنے چہرہ کو ان گناہگاروں کی طرف سے نہ موڑا اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار کیا (وسائل الشیعہ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک دن اپنے اصحاب کو نہی از منکر کے ترک کرنے پر ان کی سرزنش کی۔ راوی نے کہا کہ مولا ہم نہی کرتے ہیں مگر وہ لوگ قبول نہیں کرتے اور ہماری بات پر عمل نہیں کرتے۔ امامؑ نے فرمایا کہ ان کی مصاحبت اور رفاقت سے دوری کرلو اور ان کے ساتھ نشست و برخاست کو ترک کردو۔ (وسائل الشیعہ)

دوسری حدیث میں فرمایا کہ منکر کے انجام دینے والے سے تم یہ کہہ دو کہ یا تو ہم سے کنارہ کشی اختیار کرلو یا پھر اس عمل کو انجام نہ دو اور اگر وہ قبول نہ کرے تو تم خود اس سے پرہیز کرو اور اس سے کنارہ کشی

اختیار کرلو۔ اور جب تک ممکن ہو اس درجہ اور اس مرتبہ سے نہی از منکر کرنا تو بعد والے درجہ اور مرتبہ سے نہی نہ کرنی چاہئے۔ چنانچہ اسی مرتبہ اور درجہ میں آسانی میسر ہے اور اثر بھی رکھتی ہے۔ اور درجہ سخت پر عمل نہ کرنا چاہئے چنانچہ چہرہ سے غصہ کرنے کو مقدم کرے اعراض (روگردانی کرنا) پر اور اعراض کو مقدم کرے ترک صحبت و گفتگو پر۔ اور خلاصہ یہ کہ ملاحظہ کرے الاسہل فالاسہل کو۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اشخاص کو درجہ اول کی نہی کہ جو فقط انکار قلبی ہے دشوار تر ہوتی ہے مرتبہ دوم سے کہ جو انکار زبانی ہے۔ مثلاً" یہ کہ نرم گفتگو سے اس کو سمجھانا آسان تر ہے اعراض و اعتراض اور ترک گفتگو سے۔ پس ایسے میں چاہئے کہ مرتبہ دوم ہی کو مقدم کرے۔

دوم۔ زبان سے انکار۔ یعنی زبان سے نہی از منکر کرے۔ اور اس میں بھی الاسہل فالاسہل کے مراتب کی رعایت کرے یعنی ابتدا" ملائمت اور نرم گفتگو کرے۔ اور سخت گفتگو سے پرہیز کرے اور موعظہ اور نصیحت پر اکتفاء کرے چنانچہ خداوند نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ فرعون سے نرمی سے گفتگو کریں تاکہ وہ متذکر ہوجائے یا ڈر جائے۔ (سورہ طٰہٰ)

اور اگر اس قسم کی گفتگو اثر نہ کرے تو سخت الفاظ استعمال کرے اور سخت الفاظ کے اور نرم گفتگو کرنے میں بھی درجات کو ملاحظہ کرے۔

سوم۔ اور جبکہ زبان سے کہنے کا کوئی اثر نہ ہو تو ہاتھ (جوارح) کے ذریعہ سے نہی از منکر کرے چاہے مارپیٹ کرے۔ یا کان پکڑے یا اس

کے علاوہ دیگر اور عمل انجام دے اور جب تک اثر کرنا آسان طریقے سے ممکن ہو تو سخت مار پیٹ سے پرہیز کرے۔ اور اگر ہلکی پھلکی مار پیٹ سے فائدہ نہ ہو تو سخت پٹائی کرسکتا ہے بشرطیکہ تاثیر اور اثر رکھے۔ بلکہ بھی یقین پیدا کرے کہ جس منکر سے روکنا چاہتا ہے تو اس کے انجام دینے میں شارع مقدس نے سخت ناراضگی اور خشم کا اظہار کیا ہے (جیسے زنا محصنہ و لواط) اور احتمال دے کہ ایسی مار پٹائی کرو کہ جس سے اس کو زخم آئے اور یہ پٹائی اثر بھی رکھے اور وہ اس عمل سے باز بھی آجائے اور خود کو بھی کوئی ضرر قابل ملاحظہ بھی نہ اٹھانا پڑے۔ (بلکہ خود اس کو بھی ضرر پہنچے گا مگر وہ قابل جبران ہو) تو ایسی صورت میں از باب نہی از منکر سخت پٹائی کرنا بھی واجب ہے۔

اور جبکہ کسی صورت میں بھی اس شخص پر اثر انداز نہ ہو تو ایسے میں تکلیف ساقط ہو جاتی ہے۔

زندوں کے درمیان مردہ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض مومنین دل سے زبان سے اور ہاتھ سے نہی از منکر کرتے ہیں تو یہ تمام جہان خیر کو رکھتے ہیں۔ بعض فقط دل اور زبان سے نہی کرتے ہیں پس یہ خیر کی دو خصلت کو رکھتے ہیں اور خصلت سوم خیر کی ان میں موجود نہیں ہے۔ اور بعض تنہا دل سے نہی کرتے ہیں پس ایک خصلت خیر کی رکھتے ہیں اور دو خصلت دیگر کہ جو اشرف ہیں وہ ان میں فاقد ہیں۔ اور وہ مومن کہ جس میں یہ تینوں

ہی خصلتیں فاقد ہیں (یعنی نہ زبان سے نہ دل سے اور نہ ہی ہاتھ سے نہی از منکر کرے) تو وہ بمنزلہ مردہ ہے زندوں کے درمیان۔ اور تمام اعمال خیر اور جہاد خدا کی راہ میں نسبت بہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کے دریا میں لعاب دہن قطرہ کی مانند ہیں۔ اور یہ امر بالمعروف اور نہی از منکر نہ تو کسی کی موت ہی کو نزدیک کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کے رزق کو کم کرتے ہیں۔

تولا اور تبرا

از جملہ واجبات یہ ہے کہ انسان خدا کو دوست رکھے اور ان کو دوست رکھے کہ جن کی دوستی کا حکم کیا گیا ہے اور وہ چہاردہ معصومینؑ ہیں اور شیعیان کو دوست رکھے اور شیعوں کے دوست کو دوست رکھے اسی طرح ذریعہ طاہرہ اور سلسلہ جلیلہ سادات کو ازجہت انتساب دوست رکھے چنانچہ قرآن مجید میں اس دوستی کو پیغمبرؐ کے لئے اجر رسالت قرار دیا ہے۔ (وسائل الشیعہ)

منظور از تبرا و برات سے یہ کہ انسان تمام دشمنان خدا کو دشمن رکھے اور دوستان خدا کے دشمن کو بھی دشمن رکھے کہ جو غاصبین اور ظالمین ہیں کہ جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا۔ خلاصہ یہ کہ دشمن رکھنا ہر اس شخص کو کہ جس سے خدا اور رسولؐ بیزار ہوں۔

ازآنجملہ یہ کہ دشمن رکھنا معصیت اور اہل معصیت کو جیسا کہ دوست

رکھنا عبادت کو اور طاعت کو اور وہ اہل تولا میں داخل ہے۔ آیات اور روایات متواتر اس فریضہ الٰہی کی بزرگی اور اہمیت پر دلیل ہیں کہ یہ بھی اہم ارکان دین سے ہیں اور چونکہ یہ ضروریات مذہب سے ہیں لہٰذا ان کے یہاں ذکر کرنے کی احتیاج نہیں ہے مگر پھر بھی تبرکاً ہم یہاں چند حدیث کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام کی اساس پانچ چیز پر رکھی گئی ہے

نماز روزہ زکوۃ حج ولایت

اور ان میں سے کسی بھی چیز پر اتنا زور نہ دیا گیا کہ جتنا ولایت پر زور دیا گیا ہے اور اس کا حکم بھی سخت آیا ہے کہ یہ ولایت انکی (محمد و آل محمد) پیروی اور متابعت کرنے پر ہی حاصل ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ محکم ترین ایمان کا رشتہ کیا ہے؟ (کہ اس رشتہ سے منسلک ہونے والے کو نجات اور ہمیشگی کی سعادت تک پہنچا دے) اصحاب نے کہا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں اور بعض نے کہا کہ نماز اور بعض نے روزہ کہا اور کچھ نے زکوۃ کہا اور بعض نے حج و عمرہ اور کچھ نے جہاد کو کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ فضیلت رکھتے ہیں لیکن محکم ترین وسائل ان کے لئے نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا دوستی کرنا دوستان خدا کے ساتھ اور بیزاری کرنا دشمنان خدا کے ساتھ۔ (اصول کافی)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مکتوب میں شرایع اسلام کے بیان کے ضمن میں امامؑ نے فرمایا کہ واجب ہے بیزاری اور برات کرنا ان افراد سے کہ جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور بیزاری کرنا ناکثین و قاسطین اور مارقین سے (یعنی اصحاب جمل اور جنگ صفین میں معاویہ کا ساتھ دینے والے اور جنگ نہروان میں خوارج) اور بیزاری کرنا ان سے کہ جو حضرت علی السلام کی ولایت کے منکر ہوئے اول و آخر۔

اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ حضرت علیؓ سے اور آپ کے تابعین سے دوستی رکھے مثلاً "حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت مقدادؓ اور حضرت عمار یاسرؓ سے اور اسی طرح ابوالہیثمؓ و سہل بن حنیفؓ و عبادہ بن الصامتؓ و ابوایوب انصاریؓ و خزیمہ بن ثابتؓ و ابوسعید خدریؓ اور انہی کے مانند دیگر آپ کے اصحاب سے دوستی رکھے۔ (عیون اخبار الرضاؑ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی چاہے کہ وہ باایمان لقاء اللہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خدا اور رسولؐ اور مومنین (کہ جو حقیقت میں آئمہ ھدیٰ ہیں) کو دوست رکھے اور ان کے دشمن سے بیزار رہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر کسی پتھر میں بھی ہماری محبت ہوگی تو خدا اس کو بھی ہمارے ساتھ محشور کرے گا **(بحارا لانوار)**۔ اور آیا حقیقت دین سوائے دوستی اور دشمنی کے اور کچھ بھی ہے؟ (جیسا کہ تفصیل اس کی گذشتہ بحث میں گزری)

اہلبیتؑ کے حق سے انکار کا نتیجہ

کتاب وسائل الشیعہ میں باب تعین کبائر کے ضمن میں ایک حدیث نقل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہمارے حق کا انکار کرنے والا گناہ کبیرہ انجام دیتا ہے۔ یعنی اہل بیتؑ کے حق سے انکار گناہان کبیرہ سے ہے۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو چیز خداوند نے نازل فرمائی اس کا انکار کرنا بزرگ ترین اور کبائر میں سے ہے۔ اور جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند نے نازل فرمایا اور ظاہر ہے کہ مراد از انکار حق اہل بیتؑ وہ ہی ولایت ہے کہ انسان ولایت کا منکر ہو جیسا کہ ذکر ہوا۔

بعض علماء نے احتمال دیا ہے کہ اس سے مراد **والمحاربتہ لاولیاء اللہ** کہ جو دیگر روایت میں ذکر ہے وہ بھی گناہ کبائر سے شمار کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ مخالفت کرنا آل محمدؐ سے اور ان سے دشمنی کرنا گناہ کبیرہ سے ہے۔ پس بنا بر اس سے یہ تین عبارت کہ جو تین مزکورہ حدیث میں ذکر ہوئی وہ ولایت ہی ہے۔

لیکن تحقیق یہ ہے کہ اہلبیتؑ کے حق سے انکار کرنا ایمان سے خارج کردیتا ہے۔ لفظ ولایت (بکسرواوٌ اور بفتح واوٌ) ہر دو درست ہیں لیکن حق ولایت اور ان کی حکومت کو جاننا اور انکو اولو الامر جاننا ضروری ہے پس ان کا اقرار امامیہ مذہب کے نزدیک اصول مذہب سے ہے اور ان کا منکر قطعا" دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن حق ولایت (واو کو فتح

کے ساتھ پڑھنا) یعنی نصرت اور ان کی محبت (جیسا کہ تفصیل گزری) فی الجملہ یہ کہ ان کے حق کو تسلیم کرنا ضروریات دین اسلام سے ہے اور ان کے حق کا منکر ناصبی ہے اور دین سے خارج ہے۔ اور ہر نجس سے بھی نجس تر ہے۔

اور یہ کہ جو بھی خدا نے نازل کیا اس کا منکر ہونا۔ پس ظاہر اس کا یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جو خداوند نے نازل فرمائی ہے موضوعات متفرقہ ہیں۔ پس بنا بر اس کے منکر ہونا کسی بھی ایک چیز کا جو یقیناً" خداوند نے نازل فرمائی گناہ کبیرہ سے ہے۔ بلکہ بعض ان چیزوں کا انکار موجب کفر ہے۔ اور مہمترین چیز کہ جو خداوند نے تاکید شدید کے ساتھ فرمائی وہ موضوع ولایت ہے۔ پس انکار کرنا ولایت سے اشد مراتب گناہ کبیرہ سے ہے بلکہ بعض اس کے مراتب ایسے ہیں جس طرح ایمان سے دشمنی کرنا موجب کفر قطعی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے اور یہ کہ محاربہ اور جنگ کرنا اولیاء خدا سے تو ظاہر اس سے مطلق دوستان خدا ہیں۔ یعنی جو کوئی بھی کسی بھی خدا کے دوست سے دشمنی کرے تو وہ مرتکب ہوا گناہ کبیرہ کا اور چونکہ آل محمدؐ خدا کے خاص دوست اور خاص بندے ہیں پس ان سے دشمنی اور جنگ کرنا اشد مراتب کفر سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو پروردگار عالم کے دوستوں کو ستاتے تھے اور دشمنی رکھتے اور مزاحمت کرتے تھے۔ پس ایک گروہ لوگوں کا اٹھے گا اس حال میں کہ ان کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا۔ اور

منادی کہے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو مومنین کو ستاتے تھے اور ان کے مقابلہ میں آتے تھے اور ان سے دشمنی کرتے تھے اور دین کے بارے میں ان سے الجھتے تھے۔ پس حکم ہوگا کہ ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ (کافی)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج خدا کی وحی میں سے ایک وحی مجھ پر یہ بھی ہوئی کہ جو بھی میرے دوستوں کو تنگ کرے گا اور اذیت دے گا تو وہ نفع نہ اٹھائے گا اور گویا وہ مجھ سے جنگ پر آمادہ ہوتا ہے۔ اور جو بھی مجھ سے جنگ کرے گا تو میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ پروردگارا وہ تیرے دوست کون ہیں ؟ میں یہ سمجھا کہ جو بھی تجھ سے جنگ کرے گا تو تو بھی اس سے جنگ کرے گا۔ آواز قدرت آئی کہ میرے دوست وہ ہیں کہ جن سے میں نے وعدہ اور پیماں لیا ہے تیری دوستی اور تیری پیروی کا اور تیرے وصی علیؑ کی دوستی اور پیروی کا اور تیری ذریت کی دوستی اور پیروی کا (یعنی بارہ اماموںؑ کی دوستی اور پیروی کا) (کافی)

یادداشت

یادداشت

یادداشت

٢٦٥٠